میر تقی میر

نثار احمد فاروقی

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

میر تقی میر

نثار احمد فاروقی

ترقی اردو بیورو - نئی دہلی

Marfat.com

13 0058

MIR TAQI MIR
by Nisar Ahmad Faruqi

© ترقی اردو بیورو، نئی دہلی

پہلا اڈیشن : جنوری، مارچ 1985 ـــــ شک 1906

تعداد : 2000

قیمت : -/18 روپے

سلسلۂ مطبوعات : ترقی اُردو بیورو۔ 473

ناشر : ڈائرکٹر ترقی اردو بیورو، ویسٹ بلاک 8 آر۔ کے۔ پورم۔ نئی دہلی 66

طابع : اے۔ جے۔ پرنٹرز۔ بہادر شاہ ظفر مارگ۔ نئی دہلی۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

پہلا باب — سوانح حیات — 11

خاندان	13
مِیر کے دادا	14
مِیر کے والد	15
لاہور کا سفر	16
محمد علی کی سیرت	17
سیّد امان اللہ	18
احسان اللہ	20
بایزید درویش سے ملاقات	24
اسد اللہ	25
امان اللہ کی وفات	26
احمد بیگ ولایتی	27
والد کا انتقال	27
حافظ محمد حسن	28
دلّی میں آمد	29
نادر شاہ کا حملہ	31
دوبارہ دلّی میں	31
مِیر کی تعلیم	32
جنون کا حملہ	32
میر جعفر عظیم آبادی	34
سیّد سعادت علی	34
نواب رعایت خاں کی ملازمت	36
مِیر کا سفرِ سرہند	
احمد شاہ کی تخت نشینی	[illegible]
اجمیر کا سفر	38
ملازمت ترک کر دی	39
جاوید خاں کی ملازمت	40

Marfat.com

فرخ آباد کا سفر 40
مہانراین دیوان کی ملازمت 41
امیر خاں انجام کی حویلی میں 42
سکندر آباد کا سفر 42
خانِ آرزو لکھنؤ میں 43
راجا جگل کشور 44
راجا ناگرمل کی ملازمت 44
دلّی پر ابدالی کا حملہ 44
میر کا مکان لُٹ گیا 47
دلّی سے ہجرت 48
برسانہ میں 48
نواب اعظم خاں 49
راجہ بشن سنگھ 50
میر کی دلّی میں آمد 51
میر کا سفرِ آگرہ 52
نواب عماد الملک 55
آگرہ کا دوسرا سفر 55
میر کاماں میں 56
فرخ آباد کا سفر 56
سکرتال کا سفر 57
میر کا سفرِ لکھنؤ 58
لکھنؤ میں وارن ہسٹنگز کی آمد 60
نواب سعادت علی خاں 61
میر کا آخری زمانہ 61
اولاد 62
شاگرد 63
تصانیف 65
مثنویاں، قصائد، مراثی 66
کلیاتِ میر کے نسخے 67
تذکرہ نکات الشعراء 67
ذکرِ میر 68
فیضِ میر 70
قصہ دریائے عشق (نثر) 70
دیوانِ فارسی 71

Marfat.com

دوسرا باب میرؔ کا فن

تیسرا باب انتخاب کلامِ میر
(دیوان اوّل)

کتابیات

Marfat.com

مری خلق محوِ کلام سب، مجھے چھوڑتے ہیں خموش کب
مرا حرف رشکِ کتاب ہے، مری بات لکھنے کا باب ہے

(میرؔ)

Marfat.com

دیباچہ

ترقی اردو بیورو نے اردو نظم و نثر کے بڑے فن کاروں پر عام معلومات کی تعارفی کتابیں چھاپنے کا سلسلہ شروع کیا ہے زیرِ نظر کتاب بھی اُسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اِسے لکھتے ہوئے چند باتوں کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے۔ پہلی بات یہ کہ میر کے مستند حالاتِ زندگی اختصار اور زمانی تسلسل کے ساتھ بیان ہو جائیں۔ غیر ضروری باتوں کو چھوڑ دیا جائے اور کتاب کو طلبہ کے لیے مفید اور معاون بنایا جائے۔

یہ بھی کوشش رہی ہے کہ شاعر کی زندگی اور تصانیف کا کوئی اہم پہلو چھوٹنے نہ پائے تنقیدی حصہ اِس میں جان بوجھ کر ہلکا رکھا گیا ہے کیونکہ اس کتاب کا مقصد تنقید نہیں تعارف ہے۔

میر کی کلیات بہت ضخیم ہے۔ چھ دیوانوں سے کتنا ہی مختصر انتخاب کیا جائے دو سو صفحات سے کم میں نہیں سما سکتا اس لیے ہم نے صرف دیوانِ اول کی غزلیات کا ایک نمایندہ انتخاب پیش کر دیا ہے۔

جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے اور جو ایک طالبِ علم کے لیے مزید تفصیلی مطالعے میں

Marfat.com

بہت مفید ہو سکتی ہیں ان کی مختصر فہرست آخر میں شامل کر دی گئی ہے۔

میں ترقی اردو بیورو کا تہ دل سے ممنون ہوں جس کی دلچسپی اور توجہ کی بدولت یہ مختصر کتاب وجود میں آ رہی ہے۔

Marfat.com

پہلا باب

سوانح حیات

میر محمد تقی میرؔ کو "خدائے سخن" کہا گیا ہے۔ اردو کے عظیم اور لازوال شاعروں کی کتنی ہی مختصر فہرست بنائی جائے وہ میر کے نام سے خالی نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر سوال یہ ہو کہ اردو کا سب سے بڑا شاعر کون ہے تو ممکن ہے بعض لوگ مرزا غالب کو پہلا نمبر دیں۔ مگر خود مرزا غالب نے بھی میر کی استادانہ عظمت اور فن کارانہ صلاحیت کا اعتراف کیا ہے۔

ریختے کے تمھیں استاد نہیں ہو غالب
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

دوسری جگہ میر کی شاعری کے رنگارنگ اسالیب کو یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے:

میر کے شعر کی کیا بات کہوں اے غالب
جس کا دیوان کم از گلشن کشمیر نہیں

غالب کے معاصر اور آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے استاد خاقانی ہند ملک الشعرا محمد ابراہیم ذوق دہلوی نے بھی میر کے کمال فن کو اس طرح سراہا ہے۔

Marfat.com

نہ ہوا پر نہ ہوا میرؔ کا انداز نصیب
ذوقؔ یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

اور آخری بات تو خود غالب نے کہدی ہے۔ وہ ناسخ کے "قول" کو اپنا "عقیدہ" بنا کر پیش کر رہے ہیں۔

غالبؔ اپنا یہ عقیدہ ہے بقولِ ناسخؔ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میرؔ نہیں

میرؔ بنیادی طور پر غزل کا شاعر ہے اس نے چھ دواوین پر مشتمل ایک ضخیم کلّیات اپنی یادگار چھوڑی ہے۔ فارسی زبان میں شعرائے اردو کا ایک تذکرہ نکات الشعراء اور خود نوشت سوانح عمری ذکرِ میر اور رسالہ فیض میر فارسی نثر پر ان کی قدرت کے گواہ ہیں اور فارسی غزلیات کا ایک مکمل دیوان بھی موجود ہے۔ شاعری کی تقریباً تمام اصناف میں اُنھوں نے اپنے فن کا مظاہرہ کیا ہے قصیدہ، مثنوی، مرثیہ، رباعی، وغیرہ۔ لیکن ان کی شہرت کا ایوانِ بلند غزل کے ان وجد آفریں، شور انگیز اور کیف آور اشعار پر قائم ہے جنھیں تیر و نشتر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ روایتی طور پر میرؔ کے بہتر (۷۲) نشتر مشہور ہو گئے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ انھوں نے صرف (۷۲) اشعار ہی اچھے کہے ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ بقول نواب محمد مصطفیٰ خاں شیفتہ، اگرچہ بعض پست اور ڈھیلے مضامین بھی اُن کی شاعری میں بندھے ہیں، مگر جو کچھ اُنھوں نے اپنے فن کارانہ مقام سے کہا ہے وہ لفظ و معنیٰ دونوں کے اعتبار سے بہت بلند ہے۔ میرؔ جیسے عظیم فن کار روز روز پیدا نہیں ہوتے :

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

Marfat.com

خاندان

میرؔ نے اپنے حالات خود ہی فارسی زبان میں "ذکرِ میر" کے نام سے قلمبند کیے ہیں لیکن ان میں کہیں تفصیل نہیں ہے۔ اور جو تفصیل ہے وہ غیر ضروری ہے۔ اُن کے زمانے میں ایرانی شاعروں کی نئی کھیپ ایران سے ہجرت کر کے ہندستان خصوصاً دلّی کی طرف آ رہی تھی اور انھوں نے ایسا ماحول پیدا کر دیا تھا کہ ہندستان کے فارسی داں احساسِ کمتری میں مبتلا ہو گئے تھے۔ فارسی جدید کے محاوروں کو سمجھنے اور برتنے کا ایک نیا ولولہ پیدا ہوا تھا اسی لیے اس زمانے میں فارسی لغت کی کئی کتابیں تالیف کی گئیں جن میں بعض غریب الفاظ اور محاوروں کی سند خود ایرانیوں سے دریافت کر کے لکھی گئی تھی سراج الدّین علی خاں آرزو کی فارسی لغت "چراغِ ہدایت" ایک ایسی ہی کتاب ہے جس میں فارسی جدید کے محاوروں کو درج کیا گیا ہے اور ان کی سند میں یہ لکھا ہے کہ "اہلِ زبان سے اس کی تحقیق کی گئی"۔ فارسی کو نئے سرے سے قابو میں لانے کی ایک اور قابلِ تعریف کوشش لالہ ٹیک چند بہار کی تالیف "بہارِ عجم" بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب نادر شاہ نے دلّی پر چڑھائی کی اور لال قلعہ میں مقیم رہا تو اس کے سپاہی دلّی کے بازاروں اور کوچوں میں گشت لگاتے پھرتے تھے۔ اس پُرآشوب زمانے میں لالہ ٹیک چند اپنی لغت بہارِ عجم کا بستہ بغل میں دبائے ان ایرانی سپاہیوں کے پیچھے پیچھے پھرتے تھے اور فارسی جدید کے الفاظ و محاورات کے معانی دریافت کرتے تھے۔ اس رجحان کا عکس میر کی ذکرِ میر میں بھی ہوا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرؔ کے سامنے یہ مقصد کم رہا ہے کہ وہ اپنے اور اپنے خاندان کے حالات لکھیں، فارسی جدید کے محاورات باندھنے پر انھوں نے اپنی توجہ زیادہ مرکوز رکھی ہے۔

Marfat.com

اپنے نسب کے سلسلے میں وہ فاطمی سیادت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کے بعض معاصرین کے ہجویہ اشعار سے ظاہر ہے کہ لوگ ان کی سیادت میں شک کرتے تھے، بعض نے اس طرح کے اشارے بھی کیے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاندان میرؔ کو حسب (پیشے) کے اعتبار سے نانبائی سمجھا جاتا تھا۔

بیٹھے دکان طبع کو جب گرم کرکے میرؔ
کچھ شیرمال سامنے کچھ نان کچھ پنیر
میرؔی کے اب تو سارے مسالے ہیں مجتمع
بیٹا تو گندنا بنے اور آپ کو تھمیر

دوسری ہجویہ رباعی میں بھی ایسا ہی اشارہ ملتا ہے۔

روٹی کے لیے کہاتے تم بھرجی میر
کہیے تو بجا ہے آپ کو خُبزِ خمیر
پر میرؔ ہوتے یہ اس طرح کے جیسے
ساگوں میں ہے کو تھمیر داگوں میں ہمیر

میرؔ کے دادا

بہرحال اپنے خاندان کے بارے میں میرؔ کا بیان ہے کہ میرے بزرگ حجاز (عرب) سے ہندستان آئے۔ پہلے یہ قافلہ دکن کے ساحل پر اُترا وہاں سے کچھ لوگ ہجرت کرکے گوالیار آگئے اسی خاندان کی ایک شاخ آگرہ کو منتقل ہوگئی۔ میرؔ کے بیان کے مطابق اُن کے دادا (جن کا نام نہیں بتاتے)

Marfat.com

نواحِ آگرہ کے فوجدار تھے۔ یہ خاصا بڑا عہدہ تھا اور آج کل کے ڈپٹی کمشنر کی برابر تھا لیکن اس عہد کی تاریخوں میں کہیں اُن کے خاندان کے کسی فرد کا ذکر نہیں ملتا۔

مِیر کے والد

مِیر کے دادا کے دو بیٹے ہوئے۔ بڑے خلل دماغ سے خالی نہ تھے اور جوان فوت ہوئے اُنھوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ دوسرے اور چھوٹے بیٹے محمّد علی مِیر کے والد تھے۔ یہ ۱۰۸۲ھ (۱۶۷۱ء) کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ اُنھوں نے آگرہ کے ایک بزرگ شاہ کلیم اللہ اکبرآبادی (متوفی ۱۱۰۹ھ - ۱۶۹۷ء) سے تعلیم حاصل کی اور اُنھیں کے مرید بھی ہوئے۔ مِیر کا بیان ہے کہ اِنھیں لوگ "علی متقی" کہہ کر پُکارتے تھے۔

میر محمّد علی کی پہلی شادی سراج الدین علی خاں آرزو (متوفی ۱۱۶۹ھ ۱۷۵۵ء) کی بہن سے ہوئی تھی۔ اُن کے بطن سے مِیر کے سوتیلے بڑے بھائی حافظ محمّد حسن پیدا ہوئے غالباً پہلی بی بی کے انتقال کے بعد محمّد علی نے دوسری شادی کی تھی۔ وہ کس خاندان میں ہوئی اس کا علم نہیں۔ ان دوسری بیوی کے بطن سے میر محمّد علی ۱۱۳۵ھ ۱۷۲۳ء کے آخر میں پیدا ہوئے ان کے دوسرے چھوٹے بھائی محمّد رضی تھے اور غالباً ایک بہن بھی تھیں۔

میر نے اپنے والد کے حالات تو کچھ نہیں لکھے اُن کی درویشی اور ولایت پر زیادہ زور دیا ہے کچھ ان کی کرامات بیان کی ہیں اور بعض ملفوظات نقل کیے ہیں۔ محمّد علی تو ایک عبادت گذار درویش تھے اور اُن کے کچھ مرید بھی تھے۔ ان کا تکیہ یا خانقاہ آگرہ میں شہر پناہ کے باہر عیدگاہ کے پاس تھا۔

Marfat.com

محمّد علی کو درویشوں سے ملنے کا ذوق تھا اور وہ شہر کے تکیوں میں فقیروں سے ملاقات کرنے بھی جاتے تھے۔ یہ فقرا بھی اُن کا احترام اور رعایت کرتے تھے ایسی کچھ ملاقاتوں کا حال میرؔ نے لکھا ہے۔

لاہور کا سفر

فرّخ سیر کے زمانے میں ایک شخص نے نئی طرح کا دعویٰ کیا تھا وہ خود کو بیگوک کہلاتا تھا اور اس کا فلسفہ یہ تھا کہ ہر نبی کے ۹ بیگوک ہوتے ہیں میں حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری بیگوک ہوں۔ اُس نے اپنے عقیدتمندوں کی بھیڑ بھی اکٹھا کر لی تھی اور اپنا نام "خفشاں نمود" رکھا تھا۔ اس کے مُرید" فربُود" کہلاتے تھے۔ اِسی طرح کے مہمل الفاظ جوڑ کر اس نے ایک کتاب بھی تیار کر لی تھی جسے" اقوزۂ مقدّس "کہا جاتا تھا۔ اس کی شہرت ہوئی تو بعض اُمرا بھی اُسے دیکھنے جاتے تھے۔ ایک دن خود فرّخ سیر بھی قدمبوسی کے لیے پہنچ گیا تھا۔ جب یہ فتنہ خوب پھیلنے لگا تو محمّد علی کی غیرتِ ایمانی کو جوش آیا اور ایک دن اچانک لاہور کے لیے روانہ ہو گئے۔ کچھ زادِ راہ بھی ساتھ نہیں لیا۔ لاہور پہنچ کر اُس سے مناظرہ و مکالمہ ہوا۔ مگر میرؔ نے اس کی مبہم سی رپورٹ دی ہے کہ وہ لاہور میں دریائے راوی کے کنارے ایک بارہ دری میں رہتا تھا۔ فارسی نما کچھ مہمل فقرے بولتا تھا جسے اس کے مُرید اور حواری سمجھتے تھے دوسرے لوگ اس کی ریاکاری کو نہیں پرکھ سکتے تھے کہتا تھا کہ میں دین محمّدیؐ کی تائید کر رہا ہوں۔ میرؔ کے والد نے یہ سن کر کہا کہ ہمارے پیغمبر کا دین تجھ ایسوں کی تائید کا محتاج نہیں ہے۔ ذرا سوچ سمجھ کر بات کر۔ میرے اور تیرے درمیان یہ تلوار رکھی ہے، ایسا نہ ہو کہ مارا جائے۔

Marfat.com

اس سے یہ مناظرہ کرنے کے بعد محمّد علی اپنی جائے قیام پر آئے تو وہ اگلے دن معذرت خواہ ہو کر آیا۔ اُنھوں نے کہا کہ تیرا معافی مانگنا بے فائدہ ہے کل تو کیا کھری کھری سنائی تھیں جو آج سناؤں گا جب تیری روسیاہی کا پردہ چاک ہو گیا تو اب معذرت کیسی ؟

محمّد علی کی اس تلخ کلامی سے بڑی حد تک اس کی اصلاح بھی ہو گئی مگر کیا "اصلاح" ہوئی یہ میرؔ نے واضح نہیں کیا۔ یہ پُر فریب تحریک احمد شاہ کے زمانے تک چلتی رہی۔ جس طرح یکایک لاہور کے لیے محمّد علی نے رختِ سفر باندھا تھا ایسے ہی ان کی واپسی بھی عجلت میں ہوئی۔ لاہور سے ۱۰-۱۲ دن میں دہلی پہنچے یہاں شیخ عبدالعزیز عزت اکبر آبادی (متوفی ۱۰۶۹ھ / ۱۶۵۹ء) کے بیٹے فخر الدین خاں (متوفی ۱۱۴۳ھ / ۱۷۳۰ء) کے گھر پر قیام کیا۔ ان سے کچھ رشتہ داری بھی تھی۔ ان کا خاندان شیخ صدیقی تھا۔ فخر الدین خاں نے بہت اعزاز و اکرام کے ساتھ رکھا۔ لوگ جوق در جوق زیارت کے لیے آتے تھے اور مُرید بھی ہوتے تھے۔ بقول میرؔ ان کے وضو کا پانی بطور تبرک لے جاتے تھے اور مریضوں کو پلاتے، اللہ کے فضل سے بیمار صحت یاب بھی ہو جاتے تھے۔

محمّد علی کی سیرت

میرؔ نے اپنے باپ کی سیرت اور شخصیت کے بارے [illegible]

ہے کہ وہ نہایت رقیق القلب، شکستہ دل، سوختہ جاں [illegible]

ہچکی بندھ جاتی تھی۔ جو آہ اُن کے دل سے نکلتی [illegible]

ایک درویش کامل یہاں آیا ہوا ہے [illegible] ملاقات کی آرزو ظاہر کی [illegible]

Marfat.com

فرمایا کہ میں فقیر ہوں، آپ امیر، میرا آپ کا کیا تعلق؟ امیر الامرا صمصام الدولہ نے بھی سابقہ تعلقات کا حوالہ دے کر التجا کی کہ مجھے دولتِ دیدار سے محروم نہ فرمائیے اجازت دیجیے کہ یہ روسیاہ حاضر ہو کر قدم بوس ہو۔ والد نے تبسم کیا اور کہا "ملاقات کے واسطے مناسبت ضروری ہے۔ امید ہے کہ آپ مجھے معذور سمجھ کر میرے حال پر چھوڑ دیں گے۔ جب کثرتِ خلائق سے تنگ آ گئے تو ایک رات کو وسطِ شب میں اُٹھے اور تہجّد کی نماز پڑھ کر شہر سے نکل گئے۔ لوگوں نے بہتیری تلاش کی مگر ان کی گردِ پا کو بھی نہ پا سکے۔

سیّد امان اللہ

دو تین دن میں اکبر آباد (آگرہ) سے تین منزل اُدھر بیانہ میں وارد ہوئے جو سادات اور شرفا کی قدیم بستی ہے اور یہاں ایک مسجد میں قیام فرمایا۔ بیانہ میں ایک نوجوان سیّد زادہ نہایت حسین اور خوش رو نظر سے گذرا آپ نے اس پر ایک نگاہ ڈالی اور جذبِ کامل سے کھینچ بلایا۔ اس بیچارے کی حالت ایسی بدلی کہ دیوانہ وار بیہوش ہو کر آپ کے قدموں میں گر پڑا۔ اس کے عزیز سمجھ گئے کہ لڑکے کی حالت درویش کی نظر کے اثر سے دگرگوں ہو گئی ہے۔ ان سے التجا کی کہ اس نوجوان کی حالت پر رحم فرمائیے۔ آپ نے تھوڑا سا پانی منگایا اور کچھ دعا پڑھ کر اس پر دم کیا جیسے ہی پانی حلق سے نیچے اترا وہ لڑکا ہوش میں آ گیا۔ اور نہایت ادب سے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور عرض کی: اگر آپ کچھ دن میرے گھر رہیں تو عین بندہ نوازی ہو گی ورنہ میں تو یہی جانتا ہوں کہ جس عالم میں آپ ہیں وہاں ناز کا گذر بھی نہیں۔ بے نیازی کی شان بے نیازی ہے۔ [illegible] والد صاحب نے [illegible] کی ارادے سے دعوت قبول کرنے

Marfat.com

میں کوئی مضائقہ نہیں تھا، لیکن میں پابرکاب ہوں۔ کل یہاں سے روانگی کا عزم ہے۔ حاضرین نے کہا ہم آپ کی مرضی کے تابع ہیں، اصرار کرنا بے ادبی ہوگی، لیکن اتنا ضرور ہے کہ اگر آپ اس لڑکے کے گھر تشریف لے چلیں اور کچھ تناول فرمائیں تو آپ کی عنایت سے بعید نہ ہوگا۔

چونکہ شہر کے عمائد و اکابر کی درخواست کا پاس تھا فرمایا: "اچھا منظور ہے۔ لیکن فقیر کا دل کبھی شاد رہتا ہے کبھی ملول۔ کوئی ہمارے حال سے تعرض نہ کرے۔" لوگوں نے کہا: "ہماری کیا مجال ہے اور کسے یہ گوارا ہوگا کہ حضور کے خلافِ مزاج کوئی بات ظہور میں آئے اور یہ سعادت شقاوت میں بدل جائے۔" غرض ان لوگوں کے ساتھ لڑکے کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں تھوڑا سا کھانا تناول فرمایا۔

اتفاق سے اسی رات اس لڑکے کی شادی تھی۔ تھوڑی رات گئے وہ لڑکا اپنے لوگوں کو ساتھ لے کر خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور بھی قدم رنجہ فرمائیں [illegible] شادی کی رونق افزائی [illegible] لیے فخر کا مقام ہوگا۔ فرمایا: "مبارک ہو مگر افسوس کہ شادی [illegible]

یہاں [illegible] محمد علی نے اپنا ترک وتجرید کا نظریہ پیش کیا ہے [illegible]

دونوں سے اولاد بھی ہوئی۔ لیکن [illegible]

جال سے [illegible] تیز رفتاری کی طرح نکل گیا [illegible]

ہوں گی لیکن [illegible] کے ایک تیلے [illegible] آگے چل [illegible]

محمد علی نے بیان کے اس سید زادہ [illegible]

[illegible] ان کی [illegible]

Marfat.com

پریشانی وسرگردانی کے بعد محمّد علی کا اتاپتا معلوم کرکے ان کے تکیے میں آ گئے پھر یہیں مستقل طور سے رہنے لگے۔ میرؔ اس وقت کمسن بچّے تھے۔ امان اللہ انھیں اپنے ساتھ رکھتے تھے اور میرؔ انھیں چچا کہتے تھے۔ ان سے اتنے مانوس ہو گئے تھے کہ اپنے ماں باپ سے زیادہ ان کی صحبت میں جی لگتا تھا۔ سیّد امان اللہ کو درویشوں سے ملاقات کرنے کا شوق تھا اور وہ میرؔ کو بھی اپنے ساتھ درویشوں کی خدمت میں لے جاتے تھے۔ ایسی چند ملاقاتوں کا حال میرؔ نے لکھا ہے۔ میرؔ نے ان سے ابتدائی تعلیم بھی حاصل کی اور قرآن شریف ناظرہ بھی انھیں سے پڑھا۔

سیّد امان اللہ بھی اپنے مرشد کی طرح عشقِ مجازی کے اداشناس تھے۔ ایک دن جمعہ بازار کی سیر کے لیے گئے تو وہاں ایک روغن فروش نوجوان کی محبت میں بے قابو ہو گئے آخر اس پر حضرتِ عشق کا غلبہ ہوا اور کچھ دن بعد وہ بھی خانقاہ میں آکر ان کا مرید ہو گیا۔

احسان اللہ

آگرہ میں اس وقت ایک درویش احسان اللہ تھے ان سے ملنے کے لیے سیّد امان اللہ ہر ہفتہ جایا کرتے تھے۔ میرؔ بھی اکثر ساتھ ہوتے تھے۔ آگرے میں عیدگاہ کے اُس پار ایک محلّہ "فقیر کا تکیہ" تھا وہاں اُن کا صاف ستھرا، بلند چار دیواری کا مکان تھا۔ احسان اللہ گوشہ نشین تھے، اور کسی سے ملتے نہیں تھے۔ مگر امان اللہ کو باریابی ہو جاتی تھی۔ میرؔ اُن کی خدمت میں گئے تو اُنھوں نے امان اللہ سے پوچھا یہ بچّہ کس کا ہے؟ چچا نے کہا علی متّقی کا لڑکا، اور میرا گود پالا ہے۔ فرمایا: "یہ بچّہ ابھی کم سن ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے، اگر اس کی تربیت ڈھنگ سے ہوگئی تو ایک ہی جست میں آسمان سے بھی پرے

Marfat.com

پہنچے گا۔ اس سے کہو کہ درویشوں کی ملاقات کو اپنا معمول بنائے فقیروں کی صحبت بڑی بابرکت ہوتی ہے۔" پھر اُنھوں نے سوکھی روٹی کا ایک ٹکڑا پانی میں بھگو کر میر کو کھانے کے لیے دیا جس کے بارے میں اُن کا بیان ہے کہ "میں نے ایسی لذیذ غذا کبھی نہیں کھائی۔ مجھے اب تک اس کا ذائقہ یاد ہے۔" میر نے احسان اللہؒ کے کچھ ملفوظات بھی لکھے ہیں۔ مثلاً انھوں نے فرمایا:

"اے عزیز جب سے عشق نے مجھے ٹھکانے لگایا ہے اور محبّت کا نقش میرے دل میں بیٹھا ہے کوئی چیز نظر میں نہیں جچتی اور دل کو دنیا سے قطعاً لاگ نہیں رہی ہے۔ تجرد پیشہ ہوں، بے اندیشہ ہوں۔ اگر سارا عالم درہم برہم ہو جائے تو بھی میری جمعیّت خاطر پراگندہ نہ ہوگی اگر آسمان بھی زمین پر گر پڑے تو بھی میرا دل منتشر نہ ہوگا۔ جب آنکھیں بند کرتا ہوں تو اس کا جلوہ دیکھتا ہوں جو سورج مکھی سے زیادہ نازک ہے کہ نگاہ گرم کی تاب بھی نہیں رکھتا اور جب سر بگریباں ہوتا ہوں اس کا تماشائی بن جاتا ہوں جس کا جلوہ برق سے ہزار درجہ تیز تر ہے یعنی ایک پل کے لیے بھی میرے دل کو تسلّی نہیں دیتا۔ میرا خشہ خرام محبوب اگر رفتار میں آوے تو عالم کو تہ و بالا کر دے۔ میرا بلند و بالا دلبر کھڑا ہو تو قیامت برپا کر دے۔ تم اگر اس کے کوچے کی خاک بن جاؤ تو سب سروں کے تاج بن جاؤ۔ اس کے پا [illegible] تا کہ اہلِ نظر کی آنکھوں کا سرمہ بن سکو ایسا دل لاؤ جسے [illegible] پیدا کرو تو اس سے واصل ہو جاتے کسی [illegible] باتیں [illegible] کیونکہ اس [illegible] دور دراز راستے آسان ہو جاتا ہے۔"

Marfat.com

"اے یارِ عزیز دل اگر غمگین ہے تو مبارک ہے۔ غم اگر دل گداز ہے تو اچھا ہے درویش دل افسردہ تلاش کرتے ہیں نہ کہ شائستہ طرب۔ اور درد مند جان چاہتے ہیں نہ کہ درماں طلب۔ روئے نیاز اس کی طرف رکھو جو بے نیاز ہے سب کام اُسے سونپ دو جو کارساز ہے۔ گوشہ نشیں ہو جاؤ اور توکّل کرو۔ اپنے اندر کھو جاؤ اور غور و تامل کرو۔ اگر جان میں نیازمندی پیدا ہو جائے تو عنقا ہے۔ دل اگر گداز ہو جائے تو کیمیا ہے۔

اے یارِ عزیز۔ وہ یکتا پیرہن معشوق جس رنگ میں چاہتا ہے نمودار ہو جاتا ہے کبھی پھول ہے کبھی رنگ۔ کہیں لعل ہے کہیں سنگ۔ کچھ لوگ پھول سے جی خوش کر لیتے ہیں بعض رنگ سے عشق کرتے ہیں۔ ایک جماعت لعل کو معتبر جانتی ہے تو دوسری پتھر کو خدا مانتی ہے۔ خبردار۔ کہ یہ غور کرنے کا مقام ہے ایسی آنکھ ہونی چاہیے کہ ماسوا کی طرف نہ اُٹھے اور وہ دل درکار ہے جو اپنی جگہ سے نہ ٹلے۔ دشمن اور دوست سب اُسی سے ہیں کیونکہ دلوں پر اُس کا تصرّف ہے۔ ہدایت اور گمراہی دونوں اسی کے مظہر ہیں۔ مست اور ہشیار سب اسی کو ڈھونڈھتے ہیں۔ محراب اُس کی ابرو سے پیدا ہوئی ہے میخانہ اُس کی آنکھ سے ہویدا ہوا ہے۔ زاہدانِ مناجاتی عبادت و اطاعت کرتے ہیں رندانِ خراباتی جام لنڈھاتے ہیں۔ محراب میں سر جھکانا چاہیے اور خرابات میں رندانہ وضع سے آنا چاہیے۔ یعنی ہر موقع کی رعایت اور ہر مرتبے کا لحاظ ضروری ہے۔"

130058

Marfat.com

میر کے نظریات تصوف، مشرب و مسلک اور زبان و بیان کا چشمہ انہی باتوں میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ ذکر میر میں درویشوں کی جو حکایات اور ان کے ملفوظات تاریخی معیار پر خواہ پورے [illegible] ہوں یا [illegible] چاہے ان درویشوں کا تذکرہ دیگر اولیاء کی کتابوں میں [illegible] لیکن ان حکایتوں [illegible] بین السطور میں میر کے ذہن کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ان کی [illegible] بازگشت کی طرح گونج رہی ہیں۔

جس مجلس میں یہ ملفوظات ادا ہو رہے تھے میر کی عمر ۹ - ۱۰ سال [illegible] اپنے چچا سید امان اللہ کے ساتھ موجود تھے ان کا بیان ہے کہ [illegible] آیا اور اس کی درخواست پیش کی کہ نصرت یار خاں [illegible] احسان اللہ نے کہا کہ وہ کئی بار ناکام واپس ہوا ہے [illegible] ناکام واپس ہو گیا تو خدا جانے پھر ملاقات ہو یا نہ ہو [illegible] قدم بوس ہوا۔ پھر پانچ اشرفیاں [illegible]۔

یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ نصرت یار خاں جس کا پورا نام ہدایت اللہ [illegible] نصرت یار خاں بہادر ہے، سادات بارہہ میں سے تھا اور محمد فرخ سیر کے [illegible] شمار ہوتا ہے اس نے ۱۱۳۴ھ / ۱۷۲۱ء میں انتقال کیا اس وقت [illegible] لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی دوسرا ہو جس کا نام یاد نہ رہا ہو۔

بہر حال میر [illegible] کی [illegible] پانی [illegible]
گئیں [illegible]

Marfat.com

بے اختیار ہو گئے۔ امان اللہ سے فرمایا کہ اس کو یہاں بلاؤ۔ وہ آیا تو اس نے بھیرویں میں ایک غزل شروع کی۔ درویش کو وجد آگیا۔ انھوں نے اس سے کہا کہ آج رات فقیر کے ساتھ بسر کرو اور جو چیزیں تمھیں یاد ہوں سناؤ۔

دن ڈھلے انھوں نے سید امان اللہ اور میر کو رخصت کر کے دروازہ بند کر لیا گویے نے دو پانچ اشرفیاں دیکھ لی تھیں۔ دودھ لانے کے بہانے سے باہر گیا اور دودھ میں زہر ملا کر لے آیا۔ بہت اصرار کر کے وہ پیالہ درویش کو پلا دیا۔ دودھ پیتے ہی درویش کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ اور وہ لڑکا اشرفیاں لے کر چمپت ہو گیا۔ صبح تک ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ وہیں فقیر کے تکیے میں دفن کیے گئے۔ میر لکھتے ہیں کہ اب تک وہ جگہ زیارت گاہ خلائق ہے۔

بایزید درویش سے ملاقات

آگرے کے ایک اور مجذوب صفت فقیر بایزید نامی تھے۔ ان کی خدمت میں بھی سید امان اللہ جایا کرتے تھے۔ یہ سرائے گیلانی کے ایک شکستہ حجرے میں رہتے تھے۔ "نہایت مستغنی، گویا فرشتہ اس دنیا میں آگیا ہے۔ نہیں، نہیں، جان آدم سے زیادہ عزیز۔ پتھر کا تکیہ، خاک کا بچھونا۔ ہر وقت ہلاک ہونے پر آمادہ، شکستہ دل، کشادہ رو، سوختہ جان، دلدادہ، خاک افتادہ، متوکل اور مقصود دلی سے بہرہ مند"

ایک بار میر بھی اپنے چچا کے ساتھ بایزید سے ملنے گئے۔ درویش نے بڑی عنایت اور شفقت سے استقبال کیا اور اپنے سامنے بٹھایا۔ میر کے بارے میں پوچھا تو سید امان اللہ نے بتایا

Marfat.com

کہ یہ علی متقی کا فرزند ہے۔ فرمانے لگے: ”اوہ پھر تم سے کیا پوچھنا۔ اس بچّے کے والد تو بڑے دانائے اسرار بزرگ ہیں۔ وہ آسمان درویشی کے خورشید، مشہورِ جہاں، بلکہ جانِ درویشی ہیں ایسا دریا ہیں جس کی تہ سے قیمتی موتی نکلتے ہیں۔ ہم فقیر تو بے مایہ ہیں ہم سے کیا بن پڑتا ہے؟“

پھر بایزید نے عشق و معرفت میں ڈوبی ہوئی درویشانہ باتوں سے امان اللہ کو مخاطب کیا ان کے ملفوظات بھی میر نے لکھے ہیں۔ بایزید کا مسلک بھی وہی مسلکِ عشق ہے جو احسان اللہ اور علی متقی کا ہے۔

تیسری بار میر ان کی خدمت میں پہنچے تو بایزید کو بیمار پایا۔ ایک پہلو سے جھکے ہوئے کراہ رہے تھے۔ اور ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے۔ اسی عالم میں ان کا انتقال ہو گیا۔ امان اللہ نے ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ بایزید کے انتقال کا امان اللہ کو مدّت تک صدمہ رہا۔

اب میر کے والد کی عمر ساٹھ سال کی ہو چکی تھی۔ ایک دن اُنھوں نے امان اللہ سے کہا کہ دماغ روز بروز ضعیف ہوتا جاتا ہے اسے اگر قرآن شریف حفظ کرنے میں لگا دیا جائے تو کیا اچھا؟ انھوں نے کہا کہ یہ بہت اچھی بات آپ کے خیال میں آئی۔ چنانچہ حفظ شروع کیا اور ڈیڑھ سال کی مدّت میں حافظ بھی ہو گئے۔ ان کے بڑے بیٹے محمد حسن بھی حافظِ قرآن تھے۔

اسد اللہ

ایک دن محمد علی عرفِ علی متقی اور امان اللہ بیٹھے ہوئے قرآن شریف کا دور کر رہے تھے کہ اسد اللہ نامی ایک درویش نیلا لباس پہنے اور نمدی ٹوپی اوڑھے وارد ہوئے۔ معلوم ہوا کہ یہ اور

Marfat.com

علی متقی ایک ہی پیر کے مرید ہیں۔ ایک بار علی متقی نے اپنے پیرومرشد سے کہا تھا کہ کیا ہی اچھا ہو اگر موت کے آثار مجھ پر پہلے سے ظاہر ہو جائیں تاکہ آخرت کی تیاری میں ہمہ تن مشغول ہو جاؤں اور دوسری باتوں میں دل نہ لگاؤں۔ مرشد نے کہا تھا کہ جب تم کبود جامہ کے اس تاجر اسد اللہ کو دیکھو تو جان لینا کہ آیندہ سال تک زندہ نہ رہو گے۔ یہ سن کر امان اللہ کو بہت صدمہ ہوا اور انھوں نے اپنے مرشد علی متقی سے کہا کہ ان شاء اللہ میں یہ صدمہ اٹھانے کے لیے زندہ نہ رہوں گا۔

اسد اللہ ایران کے ایک چھوٹے سے گاؤں کبود جامہ میں نہاری اور پائے پکا کر بیچا کرتے تھے۔ وہاں انھوں نے اپنے مرشد (شیخ کلیم اللہ اکبرآبادی) کو خواب میں دیکھا کہ انھیں آگرہ جانے کا حکم دے رہے ہیں۔ یہ اتنا دور دراز کا سفر طے کر کے یہاں پہنچ گئے۔

امان اللہ کی وفات

اس سال عید آئی۔ امان اللہ نئے کپڑے پہن کر نماز دوگانہ پڑھنے گئے۔ واپس آئے تو سینے میں درد شروع ہو گیا اور اتنا شدید ہوا کہ چہرے کا رنگ بدل گیا۔ چند ہی روز میں حالت دگرگوں ہو گئی اور امان اللہ نے اس جہان فانی سے کوچ کیا۔

علی متقی کو اپنے چہیتے مرید اور خلیفہ کی وفات کا سخت صدمہ ہوا۔ اور انھوں نے اپنا لقب "عزیز مردہ" رکھ لیا۔ خود میر بھی اس حادثے سے بہت متاثر تھے۔ لکھتے ہیں کہ "میں جو مرحوم چچا کا گود وں پالا تھا اور اپنی ساری ضرورتوں کو ان سے کہتا تھا انھیں کے ساتھ سوتا اور رکھا تا تھا اب دن بھر انھیں یاد کرتا اور رات بھر آنسو بہاتا درویش (والد) ہر طرح میری دلجوئی کرتے اور کبھی مجھے آزردہ

Marfat.com

نہ ہونے دیتے۔ کبھی کہتے کہ "بیٹے میں تمھیں بہت چاہتا ہوں مگر اس غم سے گھلا جاتا ہوں کہ میں کبھی بے ہمراہ ہوں"۔ کبھی فرماتے: "میرے چاند، اب تم گود کے بچے تو نہیں ہو، خدا کا شکر ہے کہ دس سال کے ہوگئے کیوں جی کڑھاتے ہو، آخر درویش زادے ہو۔ دل مضبوط رکھو۔ اپنے تئیں خدا کو سونپ دو۔"

احمد بیگ ولایتی

علی متقی کے اسی آخری زمانے میں ایک ولایتی احمد بیگ نام آگرہ آیا اور سات مہینے تکیہ میں رہ کر ریاضات و مجاہدات میں مشغول رہا۔ علی متقی نے اُسے کلاہ و سجادہ اور سفر خرچ دے کر ... کے لیے روانہ کیا۔

ایک دن وہ اپنے بھانجے محمد باعث کی عیادت کے لیے آگرے کے ... کی طرف گئے۔ شام کو واپسی ہوئی تو طبیعت خراب تھی سر میں درد تھا، اور تیز بخار چڑھا ہوا تھا اپنے ... معالج حکیم ابوالفتح کو بلایا انھوں نے ٹھنڈائی پلائی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا اور بخار ٹھہر گیا یعنی روز شام کو چڑھتا اور صبح تک رہتا تھا۔ بہت دنوں کے بعد یہ تشخیص ہوا کہ وہ ...

والد کا انتقال

امان اللہ نے شوال ۱۱۴۵ھ یعنی مارچ ۱۷۳۳ء ...
احمد بیگ کا آنا اور سات ماہ تک رہ کر ریاضت کرنا ...
الثانی ۱۱۴۶ھ تک یہ سات ماہ پورے ہوتے ہیں علی متقی نے ...

Marfat.com

کو انتقال کیا۔ اس وقت میر کی عمر گیارہ سال رہی ہوگی۔

حافظ محمد حسن

اپنے آخری دنوں میں علی متقی نے میر کے سوتیلے بڑے بھائی حافظ محمد حسن کو بلایا اور ان سے کہا کہ میں فقیر آدمی ہوں میرے پاس کچھ اثاثہ نہیں ہے بس تین سو کتابیں ہیں وہ میرے سامنے لاؤ اور بھائیوں میں تقسیم کرلو۔ محمد حسن نے کہا کہ میں طالب علم ہوں اور میرا کتابوں سے بیشتر واسطہ رہتا ہے میرے چھوٹے بھائی کتابوں سے کوئی ربط ہی نہیں رکھتے ان کے ورق پھاڑ ڈالیں گے۔ ایک پتنگ بنا کر اڑا دے گا دوسرا ناؤ بنا کر پانی میں بہا دے گا اگر آپ یہ سب کتابیں مجھے ہی سونپ دیں تو اچھا ہے۔ میر کہتے ہیں کہ والد کو ان کی بدنیتی کا اندازہ تھا انھیں ڈانٹا اور کہنے لگے اس سے کیا ہوتا ہے جو تم نے فقیروں کا سا بھیس بنا لیا ہے، تیری مکاری اور حیلہ سازی تو ابھی تک گئی نہیں۔ تو چاہتا ہے کہ ان بچوں سے دغا کرے اور میری آنکھیں بند ہونے کے بعد انھیں نقصان پہنچائے یاد رکھ کہ اللہ تعالیٰ غیور ہے اور غیور کو پسند کرتا ہے۔ غالب ہے کہ میر محمد تقی تیرا دست نگر نہ ہوگا۔ اگر تو اس کے ساتھ دوسری طرح پیش آئے گا تو پچھتائے گا۔

پھر علی متقی نے میر سے کہا کہ میں بازار کے بنیوں کا تین سو روپے کا مقروض ہوں، امید ہے جب تک قرض ادا نہ کر دو گے میرا جنازہ نہ اٹھاؤ گے کیونکہ میں معاملے کا صاف رہا ہوں اور تمام عمر کسی کو دھوکا نہیں دیا۔ میر نے کہا کہ سوائے ان کتابوں کے کوئی اثاثہ نظر نہیں آتا اور وہ بھی آپ نے بڑے بھائی کو سونپ دیں۔ اب میں قرض کہاں سے ادا کروں گا۔ والد کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور

Marfat.com

فرمانے لگے : مایوس نہ ہونا چاہیے خدا کریم ہے۔ ہنڈی راستے میں ہے پہنچا چاہتی ہے۔ چاہتا تھا کہ روپیہ آنے تک زندہ رہوں۔ لیکن عمر کے چند ہی لمحے باقی رہ گئے ہیں اب ٹھہرنا ممکن نہیں۔

والد کے انتقال سے سارا عالم میر کی نظروں میں تاریک ہو گیا۔ گویا آسمان ٹوٹ پڑا۔ میر کہتے ہیں کہ بڑے بھائی نے مروت کو بالائے طاق رکھ کر توتا چشمی اختیار کر لی۔ [illegible] سعید امان اللہ کے مرید تھے اُن کا نوکر پانچ سو روپے کی ہنڈی لے کر آیا۔ میر نے [illegible] ادا کیا اور سو روپے تجہیز و تکفین میں خرچ کر کے اپنے والد کو شاہ کلیم اللہ اکبر آبادی کے [illegible] دفن کیا۔

دلّی میں آمد

اب میر کے لیے آزمائشوں کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا۔ والد کے [illegible] آنکھوں پر بٹھاتے تھے انھوں نے بھی آنکھیں پھیر لیں۔ سب سے بڑا مسئلہ معاش کا [illegible] برس کے تھے دوسرا بھائی محمد رضی الدین [illegible] کی تلاش میں گھوما کیے لیکن وہاں کوئی صورت [illegible] اتنے بڑے شہر میں ایک یتیم بچے کو کون پہچانتا۔ آخر [illegible] نواب صمصام الدولہ خان دوراں خاں کے بھتیجے تھے۔ ان کی حویلی [illegible] دروازے کے درمیان تھی۔ ان کے والد خواجہ محمد ناصر [illegible] علی خاں کے دکن جانے کے بعد میر بخشی بنائے گئے [illegible] صوفی منش اور علم دوست انسان تھے۔ انھوں نے ۱۱۴۰ھ [illegible]

Marfat.com

غرض خواجہ محمد باسط نے میر پر یہ کرم کیا کہ انھیں اپنے چچا نواب صمصام الدولہ کی خدمت میں لے گئے۔ انھوں نے پوچھا کہ یہ کس کا لڑکا ہے تو بتایا گیا کہ میر محمد علی کا۔ فرمانے لگے کہ اس کے یہاں آنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دنیا سے گذر چکے ہیں۔ ان کی وفات پر افسوس کیا اور کہا کہ اُن کے مجھ پر بڑے حقوق ہیں ایک روپیہ روز میری سرکار سے اس بچّے کو دیا جائے۔

اس پر میر نے عرض کیا کہ اگر یہ حکم دستخط فرما کر مجھے دے دیں تو متصدیوں کو چون وچرا کرنے کی گنجایش نہ رہے۔ یہ کہہ کر میر نے پہلے سے لکھی ہوئی درخواست جیب سے نکالی اور دستخط کے لیے پیش کی۔ اس پر خواجہ محمد باسط نے کہا کہ یہ قلمدان کا وقت نہیں ہے یہ سن کر میر نے ایک ٹھٹھا مارا۔ نواب نے ہنسی کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ قلمدان ایک بے جان سے ہے وقت اور غیر وقت نہیں جانتا، جب بھی حکم دیا جائے پیش ہو سکتا ہے انھیں یہ کہنا چاہیے تھا کہ قلمدان بردار حاضر نہیں، یا یہ نواب کے دستخط کرنے کا وقت نہیں "قلمدان کا وقت نہیں" نئی ترکیب ہے۔ نواب ہنسنے لگے اور بولے کہ معقول بات کہتا ہے۔ اسی وقت قلمدان منگایا اور درخواست پر دستخط کر دیے۔

بعض ناقدوں نے اس پر شبہ کیا ہے کہ اتنے بڑے امیر کے دربار میں ایک ۱۱-۱۲ سال کا لڑکا قہقہہ مار کر ہنسے اور اپنے ایک بزرگ کی لفظی گرفت کرے۔ ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ کی اصلیت کچھ نہ ہو۔ اس لطیفے کے پردے میں میر نے یہ اشارہ کیا ہے کہ نواب صمصام الدولہ بہت معمولی پڑھے لکھے تھے بلکہ بعض مورخوں کا کہنا ہے کہ لکھنا جانتے ہی نہ تھے۔ فارسی کی معمولی شُدبُد رکھتے تھے۔ مگر اپنے زمانے میں بڑے بارسوخ اور دبدبہ والے امیر تھے۔

Marfat.com

نادر شاہ کا حملہ

یہ وظیفہ ۴-۵ سال ملا ہوگا کہ ہندستان پر نادر شاہ نے چڑھائی کردی۔ ۱۷۳۹ء [illegible] محمد شاہ اپنی فوج لے کر مقابلہ کرنے کے لیے کرنال تک آیا۔ صمصام الدولہ بھی کمک لے کر روانہ ہوئے۔ ۱۳ فروری ۱۷۳۹ء کو گھمسان کا رن پڑا۔ اس میں صمصام الدولہ [illegible] زخمی [illegible] ہاتھوں سے ۱۷ فروری ۱۷۳۹ء کو ۶۸ سال کی عمر میں ان کی وفات [illegible] درگاہ [illegible] نظام الدین اولیاء کے شمال مغرب میں ایک چھوٹی سی مسجد میں مدفون ہیں۔ ۹ مارچ ۱۷۳۹ء کو نادر شاہ فتح و ظفر کے نقارے بجاتا ہوا دلی میں داخل ہوا۔ ۱۱ [illegible] کو یہاں قتل عام کیا [illegible] قتل ہوئے۔ ۵ مئی کو ۵۸ دن دلی میں قیام کرنے کے بعد اس حالت میں رخصت ہوا کہ [illegible] کے جمع کیے ہوئے خزانے اس کی مٹھی میں تھے۔ ایک اندازے کے مطابق [illegible] ۱۰ کروڑ [illegible] کا سونا، چاندی، ہیرے، جواہرات اور [illegible] ساتھ لے گیا۔ [illegible] گھوڑوں اور [illegible] ہاتھیوں پر لاد [illegible] کی کمر توڑ دی۔

دوبارہ دلی میں

صمصام الدولہ کی شہادت سے [illegible]

[illegible] دوبارہ دلی آ گیا [illegible]

Marfat.com

(۱٦۸۹ – ۱۷۵۵ء) محلہ وکیل پورہ میں رہتے تھے یہ میر کی سوتیلی ماں کے بھائی تھے میر کا قیام انھیں کے گھر پر رہا۔ یہاں اُنھوں نے خان آرزو سے فارسی زبان سیکھی اگرچہ اس کا کھُلے لفظوں میں اقرار کہیں نہیں کیا صرف ایک موقع پر "استاد و پیر و مرشد بندہ" لکھا ہے لیکن ان کے معاصرین بھی اس کی گواہی دیتے ہیں کہ میر کی فارسی دانی خان آرزو کی مرہون منّت ہے۔

میر کی تعلیم

میر کا بیان ہے کہ جب اُنھوں نے چند کتابیں "یاران شہر" سے پڑھ لیں اور کسی قابل ہوئے تو آگرہ سے حافظ محمد حسن نے اپنے ماموں خان آرزو کو خط لکھا کہ "میر محمد تقی فتنہ روزگار ہے اس کی تربیت ہرگز نہ کرنی چاہیے بلکہ دوستی کے پردے میں کام تمام کر دینا چاہیے۔"

خان آرزو اپنے بھانجے کے بہکانے میں آگئے اور میر سے دشمنی کا برتاؤ شروع کر دیا۔ ذرا ذرا سی بات پر ڈانٹتے پھٹکارتے اور ہمہ وقت کڑی نگرانی رکھتے تھے۔

جُنون کا حملہ

اسی زمانے میں میر کو شدید گھٹن اور ذہنی پریشانی کے باعث جنون ہو گیا۔ اپنی کوٹھری کا دروازہ بند کیے پڑے رہتے تھے۔ شاید کچھ جارحیت بھی پیدا ہو گئی تھی اس لیے گھر والے اِن کے قریب نہ آتے تھے۔ رات کو جب چاند نکلتا تو جنون زیادہ ہو جاتا تھا۔ خود ان کا بیان ہے:

"چاندنی رات میں ایک حسین پیکر اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ کرۂ قمر سے میری

Marfat.com

طرف آتا اور مجھے بے خود کر دیتا تھا جدھر بھی آنکھ اٹھتی اُسی رشک پری پر پڑتی تھی جس طرف دیکھتا اُسی غیرتِ حور کا تماشا کرتا۔ میرے گھر کے در و بام اور صحن گویا ورق تصویر ہو گئے تھے۔ یعنی ہر سمت وہی حیرت افزا چہرہ نظر آتا۔ کبھی چودھویں کے چاند کی طرح سامنے۔ کبھی سیرگاہ دل میں محو خرام۔ اگر گل مہتاب پر نظر پڑ جاتی تو جان اور بھی بے قرار ہو جاتی۔ ہر رات اس پری پیکر سے ملاقات ہوتی اور ہر صبح اس کی جدائی میں وحشت۔ جب سفیدۂ سحر نمودار ہوتا دل سے ٹھنڈی آہیں نکلنے لگتیں۔ یعنی دل مچلتا اور چاند کی طرف لپکتا۔ تمام دن یہی جنون سوار رہتا اور دل اس شکل مہتابی کی یاد میں خون ہوتا میں دیوانہ و مست کے مانند منھ میں کف بھرے ہوئے، ہاتھوں میں پتھر لیے گرتا پڑتا اور لوگ مجھے دیکھ کر بھاگتے۔" (آپ بیتی ۹۵)

یہ کیفیت چار مہینے تک رہی۔ فخر الدین خاں (جن کے گھر پر علی متقی نے لاہور سے واپسی میں قیام کیا تھا) کی [illegible] نے [illegible] کی مرید تھیں اور قریبی رشتہ بھی رکھتی تھیں [illegible] کے علاج پر بہت روپیہ خرچ کیا۔ اس سے طبیعت رو باصلاح ہو گئی۔ پریشان گوئی موقوف ہوئی۔ دماغ کی تری کے لیے دوائیں استعمال کیں تو نیند بھی آنے لگی اور کچھ دنوں میں بالکل تندرست ہو گئے۔ میرا خیال ہے [illegible] کسی عشق کا ثمرہ تھی اور جس شکل مہتابی کا میر نے تذکرہ کیا ہے وہ [illegible] [illegible] ہی ہوگی جس کا نام چاندنی، مہتاب یا قمر ہو سکتا ہے۔ اس [illegible] اور اسی کیفیت کی صدائے بازگشت ان کی شاعری [illegible] ہے

لیتے ہی نام اس کا سوتے سے چونک اٹھے ... ہے خیر میرؔ صاحب کچھ تم نے خواب دیکھا

Marfat.com

میرؔ نے اس جنون کی کیفیت کو اپنی مثنوی "خواب وخیال" میں نظم کیا ہے۔

میر جعفر عظیم آبادی

عالم جنون خدا خدا کر کے گذرا تو اب اُنھوں نے ترسلات (یعنی فارسی انشا پردازی) کی کتابیں پڑھنی شروع کر دیں۔ اسی زمانے میں ایک دن کسی کتاب کے متفرق اوراق ہاتھ میں لیے ہوئے بازار میں بیٹھے تھے کہ اُدھر سے میر جعفر عظیم آبادی کا گذر ہوا اُنھوں نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے تمھیں پڑھنے کا شوق ہے۔ میں بھی کتاب کا کیڑا ہوں اگر تم چاہو تو کبھی کبھی آ کر تمھیں پڑھا دیا کروں گا۔ میرؔ نے کہا کہ اس سے اچھی کیا بات ہے۔ مگر میری مالی حالت ایسی نہیں ہے کہ آپ کی کچھ خدمت کر سکوں اگر محض خدا واسطے یہ زحمت گوارا کریں تو عین بندہ نوازی ہوگی"۔ میر جعفر نے کہا کہ مجھے زیادہ کچھ نہیں چاہیے البتہ اتنا ضرور ہے کہ تھوڑا سا ناشتہ مل جایا کرے۔ میرؔ کے پاس اتنا بھی انتظام نہیں تھا۔ مگر اُنھوں نے وعدہ کر لیا کہ اللہ مالک ہے۔ میر جعفر آتے رہے اور اُنھوں نے بڑی تن دہی سے میرؔ کو فارسی پڑھائی۔ پھر اچانک اُن کے وطن عظیم آباد (پٹنہ) سے بلاوا آگیا اور وہ اُدھر چلے گئے۔

سیّد سعادت علی

اب اتنا ہو گیا تھا کہ میرؔ کو فارسی زبان میں لکھنے کی قدرت حاصل ہو گئی۔ طبیعت حسّاس اور درّاک تھی۔ ماحول میں شعر و شاعری کا چرچا تھا اُنھوں نے بھی فارسی میں شعر لکھنا شروع کر دیے اور خاصی مشق بہم پہنچالی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اُن کی ملاقات سیّد سعادت علی سعادتؔ امروہوی سے

Marfat.com

ہوگئی جنھوں نے میرؔ کی فنّی صلاحیتوں کا صحیح اندازہ کرکے اُنھیں ضائع ہونے سے بچالیا اور ٹھیک راستے پر لگادیا۔ جس طرح سعداللہ گلشن نے ولیؔ دکھنی کو ریختہ میں شعر کہنے کا مشورہ دیا تھا، اسی طرح سعادتؔ امروہوی نے میرؔ سے کہا کہ وہ کیوں فارسی میں اپنی صلاحیت برباد کر رہے ہیں۔ ایرانی انھیں مستند ماننے سے رہے، نہ اُن کی شاعری کو خاطر میں لائیں گے۔ پھر فارسی کا رابطہ عوام سے بھی نہیں ہے یہ خواص کی زبان ہے۔ اس لیے انھیں چاہیے کہ اردوے معلّی کی زبان میں شاعری کریں تاکہ اُن کی شاعری کو قبولیتِ عامّہ حاصل ہو۔ میرؔ نے اس مشورے کو گرہ میں باندھ لیا اور اردو میں شعر کہنا شروع کردیا، اس کو قبول کرنے کے لیے سارا ماحول پہلے ہی سے تیار تھا، تھوڑے ہی دنوں میں ان کے اشعار بچے بچے کی زبان پر چڑھ گئے اور گلی کوچوں میں پڑھے جانے لگے۔ وہ خود لکھتے ہیں۔

"کچھ دنوں بعد سعادت علی نام کے ایک سیّد سے میری ملاقات ہوئی جو امروہہ کے رہنے والے تھے اور اُنھوں نے مجھے ریختہ میں شعر کہنے کی ترغیب دی جو شعر فارسی کی طرح قلعہ شاہی کی زبان میں شاعری ہے اور اس وقت بہت رواں پا رہی تھی۔ میں نے بھی بہت محنت کی اور اپنی مشق اتنی کر لی کہ شہر کے شاعروں میں مستند سمجھا جانے لگا۔ میرے اشعار گلی کوچوں میں پڑھے جانے لگے اور ادنیٰ و اعلا کے کانوں تک پہنچ گئے" (میر کی آپ بیتی ۹۱)

یہاں سیّد سعادت علی کا تھوڑا سا تعارف کرادیا جائے۔ یہ امروہہ [illegible] آکر قلعہ شاہی میں ملازم ہوئے۔ حضرت شاہ شرف [illegible] کی اولاد میں تھے جو "شاہ ولایت" کہلاتے ہیں جب شہور سیاح ابن بطوطہ امروہہ آیا [illegible]

Marfat.com

کا آخری زمانہ تھا۔ امروہہ کے بیشتر سادات نقوی اُنھیں کی اولاد میں ہیں۔ عہد اکبری کے میر عدل سیّد محمّد بھی ان کے اخلاف میں سے تھے۔ سعادت اپنے زمانے میں نہایت ممتاز شاعر تھے اور اساتذہ میں شمار ہوتے تھے۔ انھوں نے اپنا دیوان ریختہ بھی مرتب کیا تھا جس کا پہلا شعر یہ تھا۔

واللہ جو سرلوح ترا نام نہ ہوتا
ہرگز کسی آغاز کو انجام نہ ہوتا

ان کے مراثی اور مناقب و سلام بھی اُس زمانے میں مقبول تھے۔ ایک داستانِ عشق بھی سیلی مجنوں (بروزن لیلی مجنوں) لکھی تھی۔ اب ان کے صرف ۱۷۔ اردو اشعار دستیاب ہوتے ہیں۔ تقریباً چالیس سال کی عمر میں تپِ محرقہ کے آزار میں مبتلا ہو کر انتقال کیا۔

نواب رعایت خاں کی ملازمت

۱۱۶۰ھ (۴۷-۱۷۴۶ء) میں ایک دن خان آرزو نے میر کو کھانے پر بلایا اور کسی بات پر بہت بُری طرح ڈانٹا۔ یہ بہت کڑھے اور کھانا کھائے بغیر اٹھ گئے۔ باہر نکل کر یوں ہی جدھر کو منھ اُٹھ گیا چل دیے اور حوض قاضی پر آنکلے جو نواب قمرالدّین خاں وزیر کی حویلی کے پاس تھی اور اس نام سے دلّی کا ایک محلّہ آج بھی موجود ہے۔ یہاں میر پانی پی رہے تھے کہ ایک شخص علیم اللہ سامنے آئے اور کہنے لگے کیا تم میر تقی ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہاں۔ مگر آپ نے کیسے پہچانا؟ وہ بولے کہ تمھاری سودائیانہ وضع تو سارے شہر میں مشہور ہے۔ نواب قمرالدّین خاں کے داماد نواب رعایت خاں نے جب سے تمھارے اشعار سنے ہیں وہ تم سے ملنے کا مشتاق ہے۔ اگر تم میرے ساتھ نواب کے دربار میں

Marfat.com

چلو تو میرے لیے بھی ملاقات کا ایک بہانہ ہو جائے گا۔ میر آمادہ ہو گئے اور علیم اللہ کے ساتھ وہاں پہنچے۔ نواب بڑے اخلاق سے پیش آیا اور میر کو اپنے مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ اس طرح میر کی پہلی ملازمت کا آغاز ہوا۔

میر کا سفرِ سرہند

ابھی ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ احمد شاہ درّانی نے ہندستان پر حملہ کیا وہ ۹ جنوری ۱۷۴۸ء کو لاہور پہنچا۔ ۱۱ جنوری کو اس نے لاہور پر قبضہ کر کے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا۔ محمد شاہ ان دنوں بیمار تھا اس نے شہزادہ احمد شاہ کو دو لاکھ لشکر کے ساتھ احمد شاہ درّانی کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ نواب قمر الدّین خاں وزیر، اور جے پور کے مہاراجہ جے سنگھ سوائی کا بیٹا ایشر سنگھ اور نواب رعایت خاں وغیرہ امرا بھی اس لشکر میں گئے جو ۲۵ فروری ۴۸ء کو سرہند پہنچا تھا۔ میر اس سفر میں رعایت خاں کے ساتھ تھے اور خدمات بجا لا رہے تھے۔ اس سفر میں انھوں نے انعام اللہ خاں یقینؔ کے دادا محمد تقی سے ملاقات بھی کی تھی۔ ۲ مارچ کو ابدالی نے سرہند پر قبضہ کر لیا۔ ابھی مغل فوجیں مقابلہ کر رہی تھیں کہ اچانک ایک حادثہ رونما ہوا۔ نواب قمر الدّین خاں وزیر اپنے خیمے میں [illegible] نماز پڑھ رہے تھے کہ توپ کا ایک گولا اُن کی پیٹھ پر آکر گرا اور وہ اسی وقت مر گئے۔ [illegible]
اتفاق یہ ہوا کہ ایک گولا احمد شاہ ابدالی کے بارود خانے میں جا پڑا [illegible] ہوا کہ ہاتھی گھوڑے سب بھاگ گئے اور تقریباً ایک ہزار سپاہی جل کر بھسم ہو گئے [illegible] ابدالی کو میدان چھوڑنا پڑا اور مغل فوج کو فتح نصیب ہوئی اس کی تاریخ کسی نے "فتح خدا ساز" [illegible] کہی ہے نواب

Marfat.com

کی لاش کو لاکر دہلی میں دفن کیا گیا وہ دلّی کالج (موجودہ ذاکر حسین کالج) کے احاطے میں گرلز کامن روم کے صحن میں مدفون ہیں۔ یہ ان کا خاندانی قبرستان تھا۔

احمد شاہ کی تخت نشینی

جب یہ لاؤ لشکر دلّی کی طرف واپس آرہا تھا تو پانی پت کے قریب یہ خبر ملی کہ محمد شاہ کا انتقال ہوگیا (۱۶/ اپریل ۱۷۴۸ء) صفدر جنگ نے فوراً چتر اور تخت شاہی شہزادہ احمد شاہ کے سامنے پیش کیا اور اُسے بادشاہ بناکر نذریں گذاریں (۲۱/ اپریل ۱۷۴۸ء) احمد شاہ نے اُسے وزیر مقرر کر دیا۔ اس طرح جب میرؔ اس قافلے کے ساتھ دلّی میں داخل ہوئے تو احمد شاہ بادشاہ ہوچکا تھا۔ اس نے جاوید خاں خواجہ سرا کو نواب بہادر خطاب دے کر امراء کی صف میں شامل کر لیا۔ تخت نشینی کے وقت احمد شاہ کی عمر ۲۲ سال تھی۔ اس کی ماں اودھم بائی مان خاں قوال کی بہن تھی جسے بعد میں نواب قدسیہ صاحب الزماں بیگم کا خطاب عطا ہوا۔ جاوید خاں ہفت ہزاری منصب تک پہنچا۔ مغل دور میں یہ پہلا خواجہ سرا تھا جسے اتنا بڑا اعزاز نصیب ہوا۔ اس زمانے میں طبقۂ شرفا سخت ناراض تھا اور گانے بجانے والوں کی بن آئی تھی۔ ۲۷/ اگست ۱۷۵۲ء کو نواب صفدر جنگ نے جاوید خاں کا کام تمام کرا دیا (۲۷ شوال ۱۱۶۵ھ) اور احمد شاہ کو عماد الملک نے اندھا کر کے تخت سے اتار دیا تھا۔ سہ شنبہ ۱۰/ شعبان ۱۱۶۷ھ / ۲/ جون ۱۷۵۴ء) عیسوی حساب سے اس کی عمر ۴۸ سال ۲ ماہ ۱۶ دن ہوئی۔

اجمیر کا سفر

صفدر جنگ نے وزیر ہونے کے بعد میر بخشی کا عہدہ سادات خاں ذوالفقار جنگ کو پیش کیا۔

Marfat.com

وہ بڑے کرّ و فر کے ساتھ رہتا تھا۔ اس نے ریاست جودھپور کے مہاراجہ ابھے سنگھ کے چھوٹے بھائی بخت سنگھ کو فوجی امداد دے کر ابھے سنگھ سے لڑنے کے لیے بھیج دیا بخت سنگھ نے اپنی فوج کی کمان رعایت خاں کے سپرد کی اور اس طرح میر بھی اس فوج کے ساتھ سانبھر (راجستھان) کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں ابھے سنگھ اور بخت سنگھ کی فوجوں کا مقابلہ ہوا، ابھے سنگھ کی فوج بددل ہو رہی تھی اُس نے پانسا پلٹتے دیکھا تو ملہار راؤ ہولکر کو درمیان میں ڈال کر صلح کرلی۔ اس مہم ہونے کے بعد میر اجمیر کی طرف گئے اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کے آستانے پر حاضری دی پھر اجمیر کے قابلِ دید مقامات کی سیر کی۔ وہاں سے پُشکر آئے جو مشہور تیرتھ استھان ہے اور جہاں برہما کا مندر بھی ہے۔

غالباً پُشکر ہی میں بخت سنگھ اور رعایت خاں کے درمیان کسی بات پر تو تو میں میں ہوگئی۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ دونوں میں باقاعدہ صف آرائی ہو جائے۔ رعایت خاں کے ایک ... ستار قلی خاں کشمیری نے بخت سنگھ کو گالیاں دی تھیں جس کی وجہ سے وہ بھرا بیٹھا تھا۔ اس وقت ... میر نے سفارت کے فرائض انجام دیے وہ بخت سنگھ سے جا کر ملے تو رعایت خاں کی طرف سے قسمیں کھا کر یہ قول و قرار کیے کہ آیندہ ایسا نہیں ہوگا۔ مگر راجا نے رعایت خاں کے رسالے کی ... تنخواہ ادا کر کے انھیں رخصت کر دیا۔ اور میر دلّی واپس آ گئے۔

ملازمت ترک کر دی

اس زمانے میں ایک چاندنی رات کو رعایت خاں اپنی ڈیوڑھی میں مہتابی پر بیٹھا ... تھی

Marfat.com

ڈوم سے گانا سن رہا تھا۔ اس نے میر سے کہا کہ اپنی کسی غزل کے چار پانچ شعر اس لڑکے کو یاد کرا دو تو یہ اپنے طور پر دھن بنا کر گا لے گا۔ میر نے اس سے معذرت کر لی تو اس نے اپنے سر کی قسم دے کر ان سے اصرار کیا۔ مجبوراً انھوں نے اُس ڈوم کو اپنے شعر یاد تو کرا دیے مگر یہ بات اتنی ناگوار ہوئی کہ رعایت خاں کی ملازمت چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا اور پھر اس کے دربار میں نہیں گئے۔

رعایت خاں نے میر کے چھوٹے بھائی محمد رضی کو اپنے پاس سے گھوڑا دے کر ملازمت میں رکھ لیا۔ بہت دنوں بعد میر سے ملاقات ہوئی تو اس نے بہت معذرت کی۔

جاوید خاں کی ملازمت

تھوڑا زمانہ بے روزگاری کا گذرا تھا کہ نواب جاوید خاں خواجہ سرا کی فوج کے بخشی اسدیار خاں نے میر کی سفارش کر کے انھیں جاوید خاں کے ملازموں میں بھرتی کرا دیا۔ گھوڑے اور نوکری کی شرط بھی معاف کرا دی۔ مطلب یہ کہ بس تنخواہ لیتے رہو۔ میر کہتے ہیں کہ "وہ میرا بڑا لحاظ اور بہت امداد و اعانت کرتا تھا۔"

فرخ آباد کا سفر

نواب صفدر جنگ کو قائم خاں بنگش (نواب فرخ آباد) سے گہری عداوت تھی اور اس خاندان کو ملیا میٹ کرنے کے منصوبے بہت دنوں سے بنا رہا تھا۔ اس نے پہلے تو حافظ رحمت خاں اور نواب قائم خاں کے درمیان جنگ کا بیج بویا اور جب اس میں قائم خاں بنگش مارا گیا

Marfat.com

(نومبر ۱۷۴۹ء) تو قائم خاں کی والدہ کو دھوکے سے بلا کر گرفتار کر لیا اور راجا نول رائے کو وہاں کا حاکم بنا دیا۔ قائم خاں کے بھائی احمد خاں بنگش نے فوج جمع کر کے مقابلہ کیا اور راجا کو قتل کر دیا اور اس کی فوج کو لوٹ کھسوٹ کر مار بھگایا۔ اس خبر کے ملتے ہی صفدر جنگ نے ایک لشکر جرار تیار کیا جس میں سورج مل جاٹ، نجم الدولہ اسحاق خاں وغیرہ بھی شامل تھے۔ ۲۲ جولائی ۱۷۵۰ء کو یہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا لشکر دلّی سے نکلا اور چھوٹی (سہاور) کے مقام پر فرخ آباد سے چھ کوس ادھر میدان کارزار گرم ہوا۔ اس میں نواب اسحاق خاں مارا گیا اور صفدر جنگ زخمی ہوا۔ فوج پسپا ہو کر دلّی آئی۔ [illegible] بھی اس فوج میں نواب اسحاق خاں کے ساتھ گئے تھے اور ان کی موت کے بعد [illegible] جھیلتے ہوئے خوار و خستہ ہو کر دلّی واپس آئے تھے۔ اگلے سال ۱۷۵۱ء میں صفدر جنگ نے دوبارہ لشکر کشی کر کے احمد خاں کو شکست دی۔

مہا نراین دیوان کی ملازمت

ادھر سادات خاں میر بخشی اور جاوید خاں خواجہ سرا ایسی حکومت [illegible] خاں معزول کر دیے گئے اور ان کی جگہ نظام الملک آصف جاہ کے بیٹے [illegible] نواب غازی الدین خاں فیروز جنگ۔ انھوں نے [illegible] دکن کا صوبہ دیا گیا۔ مگر وہ دکن جاتے ہوئے راستے ہی میں [illegible] ان کے بیٹے نواب عماد الملک کو ملا۔ اس زمانے میں [illegible] رہے تھے۔ مگر ان کا وظیفہ جاری تھا۔ ۲۶ اگست ۱۷۵۲ء کو صفدر جنگ نے جاوید خاں کو [illegible]

Marfat.com

کو مروا ڈالا تو یہ وظیفہ بند ہو گیا۔ صفدر جنگ کے دیوان مہا نراین نے اپنے داروغہ دیوان خانہ یعنی شرف الدین پیام کے بیٹے میر نجم الدین علی سلام کے ہاتھ کچھ نقد روپیہ بطور امداد بھیجا اور بڑے اشتیاق سے میرؔ کو طلب کیا۔ چند ماہ کے لیے میرؔ نے مہا نراین دیوان کی ملازمت اختیار کر لی اور یہ زمانہ فراغت کے ساتھ گذرا۔ تقریباً یہی وہ زمانہ ہے جب اُنھوں نے شعراے اردو کا تذکرہ "نکات الشعراء" ترتیب دیا۔

اب صفدر جنگ نے بادشاہ سے بھی بغاوت کر دی۔ شاہی لشکر سرکوبی کے لیے میدان میں آ گیا۔ چھ مہینے تک بادشاہ اور وزیر کے لشکروں میں جنگ ہوتی رہی اور اس میں پرانا شہر بالکل تاراج ہو گیا۔ آخر وزیر کی فوج کے پانو اکھڑنے لگے تو اس نے صلح کا پیغام بھیجا۔ بادشاہ نے بھی اسے غنیمت جانا اور اُسے اودھ کی گورنری دے کر رخصت کر دیا۔ وزارت کا عہدہ نواب قمر الدین خاں کے بیٹے انتظام الدولہ کے سپرد ہوا۔ (مارچ ۱۷۵۳ء)۔

امیر خاں انجام کی حویلی میں

اس زمانے تک میرؔ اپنے سوتیلے ماموں خان آرزو کی حویلی کے پاس ہی رہتے تھے۔ لیکن ۱۷۵۳ء میں وہ نواب امیر خاں انجام (متوفی ۱۸ اپریل ۱۷۴۵ء) کی حویلی میں آ گئے۔ اس زمانے میں میرؔ کی معاشی حالت اچھی نہیں تھی اور جیسے تیسے گذر ہو رہی تھی۔

سکندر آباد کا سفر

عماد الملک نے مرہٹوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور سورج مل جاٹ پر چڑھائی کر دی کیونکہ اس

Marfat.com

نے صفدر جنگ کی مدد کی تھی اور اب بھی وہ صفدر جنگ سے خط و کتابت کر رہا تھا۔ بادشاہ بھی اس لشکر میں نکلا اور جمنا سے بیس میل کے فاصلے پر سکندر آباد کے میدان میں ڈیرے ڈالے گئے۔ یہاں یہ افواہ پھیلی کہ مرہٹے اور عمادالملک سورج مل سے گٹھ جوڑ کر رہے ہیں اور سب مل کر شاہی لشکر کو لوٹنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ ایسا سراسیمہ ہوا کہ حرم کی بعض خواتین اور بیگمات کو بھی گھبراہٹ میں وہیں چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ جو لوگ بچ رہے تھے انھیں مرہٹوں نے آکر لوٹ لیا۔ اب قلعہ کا سارا انتظام بھی بدل گیا۔ عمادالملک وزیر ہوا۔ بادشاہ دبک کر قدسیہ باغ میں بیٹھ گیا تھا۔ عمادالملک کے فوجیوں نے اُسے پکڑ کر اندھا کر دیا اور بہادر شاہ اوّل کے پوتے کو عالمگیر ثانی کا لقب دے کر تخت پر بٹھا دیا (۱۷۵۴ء)۔ اس لشکر کے ساتھ میر بھی سکندر آباد تک گئے تھے اور وہاں سے بھاگ کر آنے کے بعد شرم کے مارے کچھ دنوں تک دلی میں گوشہ نشینی کی زندگی گذارتے رہے۔

خان آرزو لکھنؤ میں

صفدر جنگ نے اودھ میں انتقال کیا تو اس کا بیٹا شجاع الدولہ مسند نشین ہوا۔ نجم الدولہ اسحٰق خاں جو فرخ آباد کی جنگ میں کام آگئے تھے اُن کے بھائی اسحٰق خاں مؤتمن الدولہ شجاع الدولہ کے دربار میں بڑے بارسوخ تھے۔ سراج الدین علی خان آرزو نے سوچا کہ وہ حقوق [illegible] ہوئے میرے لیے کچھ کریں گے اس لیے دلی سے ہجرت کرکے اودھ پہنچے [illegible] نہ آیا تھا کہ کسی سفر میں گاڑی الٹنے سے ان کو سخت چوٹیں آئیں اور ۲ جنوری ۱۷۵۶ء کو انتقال کر گئے۔ اُن کی لاش دلی لا کر محلہ وکیل پورہ میں ان کی حویلی ہی میں دفن کی گئی۔

Marfat.com

راجا جگل کشور ثروت

اسی زمانے میں عہد محمد شاہی کے وکیل بنگالہ راجا جگل کشور نے جو بڑی جاہ وحشمت کے ساتھ رہتا تھا، میر کو بلوایا۔ اسے شاعری کا ذوق تھا ثروت تخلص کرتا تھا۔ میر کے سامنے اپنا کلام اصلاح کے لیے پیش کیا۔ میر کا بیان ہے کہ میں نے اصلاح کی قابلیت نہ دیکھی اور اس کی اکثر تصنیفات کو قلم زد کر دیا۔

راجا ناگر مل کی ملازمت

عہد محمد شاہ کے ایک اور امیر راجا ناگر مل تھے یہ دیوانی خالصہ وتن کے عہدے پر سرفراز تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ بادشاہ کی ذاتی جاگیر اور شخصی معاملات کے نگراں تھے۔ انھیں نائب وزیر کا عہدہ ملا۔ مہاراجا اور عمدۃ الملک کے خطاب بھی عطا ہوئے۔ راجا ناگر مل غریبوں اور مظلوموں سے بہت ہمدردی رکھتے تھے اور ان کی ہر طرح سے مدد بھی کرتے تھے، دوسرے امراء کے ستائے ہوئے لوگوں کو اپنی ڈیوڑھی میں پناہ بھی دے دیتے تھے اس لیے دربار میں ان کے خلاف سازشوں کا جال بچھا ہوا تھا اور یہ بہت چوکنا رہتے تھے۔ راجا جگل کشور نے سفارش کر کے میر کو اُن کے دربار سے وابستہ کرا دیا۔

دلّی پر ابدالی کا حملہ

ہندستان پر احمد شاہ ابدالی کے حملے برابر ہو رہے تھے۔ لاہور کا گورنر معین الملک گھوڑے

Marfat.com

سے گر کر مر چکا تھا (۱۷۵۳ء) اور اس کی بیوی مغلانی بیگم صوبہ لاہور پر حکومت کر رہی تھی اس نے مارچ ۱۷۵۶ء میں احمد شاہ ابدالی کو بلا بھیجا وہ دسمبر ۱۷۵۶ء میں لاہور پہنچا اور [illegible] جنوری ۱۷۵۷ء کو دلی میں داخل ہو گیا۔ یہاں اس کے سپاہیوں نے ایسی لوٹ مچائی کہ سارے شہر کو کنگال کر دیا۔ بعض امرا سورج مل جاٹ کے قلعوں میں جا کر پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ دلی والوں کو ایک [illegible] کھانے پینے کا سامان بھی میسر نہ آ سکا۔ یہاں سے ابدالی کی فوجیں آگرہ اور متھرا کی طرف گئیں وہاں بھی قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ لیکن متھرا میں ابدالی کی فوج میں طاعون اور ہیضہ کی وبا پھیل گئی [illegible] سپاہی بددل ہو گئے اور اس نے سورج مل کے قلعوں پر چڑھائی کا ارادہ منسوخ کر کے اپنے وطن کا قصد کر لیا۔ دلی میں عالمگیر ثانی کو تخت شاہی پر بٹھا دیا اس کی ۱۶ سالہ لڑکی سے اپنے بیٹے تیمور شاہ کی شادی کی۔ جاتے جاتے محمد شاہ کی دختر حضرت بیگم سے اپنا نکاح پڑھوا لیا۔ [illegible] اس زمانے میں نواب نجیب الدولہ کا عروج ہوا اور وہ میر بخشی بنا دیا گیا۔

اب مرہٹوں نے عماد الملک کو اپنے ساتھ ملا لیا اور نجیب الدولہ پر چڑھائی کر دی۔ [illegible] ناگر مل نے شہر کو لوٹ مار سے بچانے کی حد درجہ کوشش کی اور آخر میں روہیلوں سے [illegible] سہارنپور کی طرف اپنی جاگیر میں چلا گیا اور [illegible] خاں [illegible] میر بخشی ہو گیا۔

اس زمانے میں عوام تو کیا امرا کی حالت بھی ناگفتہ بہ تھی۔ بعض [illegible] پڑے تھے اور امرا کو دو وقت روٹی بھی مشکل سے مل رہی تھی۔ [illegible]

کلام کی اصلاح کے لیے بلا لیا تھا اور جو شاہ [illegible]

اپنی حالتِ زار بیان کی تو وہ [illegible]

تمھیں دینے سے ہرگز دریغ نہ کرتا۔

میر نے پھر راجا ناگرمل کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ بہت فیاض اور غریبوں کا ہمدرد انسان تھا۔ کہنے لگا کہ کچھ میسّر ہوگا تو تمھیں بھی ملتا رہے گا۔ میر اس امید پر اُس کے دربار میں جاتے رہے مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔

ایک دن صبح کی نماز کے بعد راجا ناگرمل کی ڈیوڑھی پر جا پہنچے۔ جے سنگھ نامی چوبداروں کے سردہ نے کہا کہ یہ کون سا دربار کا وقت ہے؟ میر نے کہا کیا کروں اضطرار کے عالم میں آیا ہوں۔ جے سنگھ نے کہا کہ "تم لوگوں کو درویش کہتے ہیں تم شاید نہیں جانتے کہ اللہ کے حکم کے بغیر ایک ذرّہ بھی حرکت نہیں کرسکتا۔ یہاں اپنی ریاست کے آگے تمھاری کسے فکر ہے۔ صابر و شاکر رہنا چاہیے۔ ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ یہاں تو تمھاری رسائی مشکل ہے البتہ ان کے بڑے لڑکے مل سکتے ہیں"

میر بہت شرمندہ ہوئے اور اپنا سا منھ لے کر واپس آئے۔ جب افلاس نے بہت تنگ کیا تو ایک رات کو راجا کے لڑکے سے ملنے بھی پہنچ گئے۔ دربان نے وہاں بھی روک دیا اور ملنے نہیں دیا۔ کچھ دیر کے بعد پھر گئے اُس وقت اتفاق سے دربان غیر حاضر تھا۔ یہ اندر پہنچ گئے۔ راجا کے بیٹے سے ملے۔ کچھ شعر بھی سنائے۔ میر کے ایک واقف کار خواجہ غالب وہاں موجود تھے انھوں نے تفصیل سے میر کا حال گوش گذار کیا تو راجا نے کچھ وظیفہ مقرر کر دیا جو ایک سال تک جاری رہا۔ یہ روز رات کو نماز عشا کے بعد ڈیوڑھی پر جاتے تھے پائین باغ میں نشست ہوتی تھی اور شعر سنائے جاتے تھے۔ اس طرح راجا ناگرمل کے بیٹے کی بدولت میر کا زمانہ کسی قدر سکھ کے ساتھ گذر گیا۔

Marfat.com

میر کا مکان لُٹ گیا

اب دلّی پر مرہٹوں کی یورش شروع ہوئی۔ دربار میں سازشوں کا جال بچھا ہوا تھا پہلے ۲۹ نومبر ۱۷۵۹ء کو عالمگیر ثانی کو ایک فقیر کی زیارت کے بہانے سے کوٹلہ فیروز شاہ میں لاکر قتل کر دیا اور اس کی لاش جمنا کی ریتی میں پھینک دی پھر اگلے دن نواب قمرالدین خاں کے دوسرے بیٹے انتظام الدولہ کو بھی نماز پڑھتے میں گلے میں پھندا ڈال کر ہلاک کر دیا دوسرے دن اورنگ زیب کا پوتا اور کام بخش کا بیٹا شاہ جہان ثانی کے لقب سے تخت پر بٹھا دیا گیا۔ اس کے زمانے میں پھر احمد شاہ ابدالی کی فوجیں دلّی تک آگئیں اور ۸ - ۱۰ دن تک لوٹ مار کا بازار گرم رکھا ہزاروں قتل ہو گئے اور بے شمار خاندان شہر چھوڑ کر جنگلوں میں جا چھپے۔ پرانا شہر خاک میں مل گیا میر کا بھی ایک چھوٹا سا مکان سڑک کے کنارے واقع تھا وہ ڈھا دیا گیا اور جو کچھ سامان تھا لٹ گیا۔

مرہٹے جو ابدالی فوج سے شکست کھا کر بھاگے تھے پھر تازہ دم ہو کر اور نئی کمک لے کر آ پہنچے۔ ابدالیوں نے شاہ جہان ثانی کو معزول کر کے سلاطین میں بھیج دیا اور عالی گہر کے بیٹے جواں بخت کو ولی عہد بنا دیا۔ سکندر آباد کے قریب مرہٹوں کا اور ابدالی کا مقابلہ ہوا مرہٹہ فوج بھاگ کر [illegible] کے قلعوں میں پناہ گزین ہو گئی۔ اس وقت سورج مل نے بھی ان کی مدد کرنے میں [illegible] اور طرح دے گیا۔ مجبوراً مرہٹے صلح کر کے اپنے علاقوں میں چلے گئے وہاں [illegible] کا مقابلہ کرنے کے لیے زبردست تیاریاں کیں اور ایک بھاری [illegible]

نجیب الدولہ نے شجاع الدولہ، احمد خاں بنگش، حافظ [illegible] کو مفتوحہ ملک میں سے حصہ دینے کا وعدہ کیا۔ مرہٹہ فوج [illegible] شیو بھاؤ کر رہ [illegible]

Marfat.com

۱۷۶۱ء کو ہندستان کی وہ عظیم جنگ ہوئی جسے "تیسری جنگ پانی پت" کہا جاتا ہے اور جو مہابھارت کے بعد ہندستان میں سب سے بڑی اور فیصلہ کن جنگ تھی۔

دلّی سے ہجرت

اب دلّی کے حالات ایسے غیر یقینی ہوگئے تھے کہ یہاں رہنا موت کو دعوت دینا تھا میر نے راجا ناگر مل سے گذارش کی کہ میں کہیں ہجرت کر جانا چاہتا ہوں۔ راجا نے کچھ دے کر انھیں رخصت کر دیا۔ بیوی بچوں کو ساتھ لے کر پیدل ہی روانہ ہوگئے۔ دن بھر میں بمشکل ۸ - ۹ کوس منزل طے کر سکے۔ رات ہوئی تو ایک سرائے میں درخت کے نیچے پڑ رہے۔ اگلی صبح کو اُدھر سے راجا جگل کشور کی بیوی گذریں۔ انھوں نے میر اور ان کے خاندان کی یہ تباہ حالت دیکھی تو اپنے ساتھ برسانہ لے گئیں جو ہندوؤں کا تیرتھ استھان ہے۔

برسانہ میں

برسانہ سے رانی جگل کشور نے کاماں (راجستھان) کا رُخ کیا جو وہاں سے تیس کوس پر ہے یہ ریاست جے پور کی سرحد تھی۔ میر نے یہاں ۶ محرم گزارا اور ۱۱ محرم کو یہاں سے روانہ ہو کر کمھیر (راجستھان) کی طرف پہنچے۔ کمھیر میں نواب صفدر جنگ کے خزانچی لالہ رادھا کشن کا بیٹا بہادر سنگھ مل گیا جو میر کو اپنے ساتھ لے گیا اور ضروریات کی فراہمی میں میر کی مدد کی۔ اُس کی بدولت کمھیر میں یہ زمانہ بڑے اطمینان سے گذر گیا۔ اس وقت ان کے بیٹے [illegible] ساتھ تھے ظاہر ہے بیوی بھی ہوں گی۔

Marfat.com

نواب اعظم خاں

دہلی کے بہت سے امراء اور شرفاء کے خاندان دہلی سے نکل کر آس پاس کے علاقوں میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ سورج مل جاٹ کے طویلے میں ہاتھی گھوڑوں کی جگہ یہ پناہ گزین ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان میں نواب اعظم خاں بھی تھے (جن کے نام سے دلّی میں آج بھی محلہ نواب اعظم خاں موجود ہے)، یہ عہد محمد شاہ میں شش ہزاری منصب دار تھے۔ ان کے بیٹے کا خطاب بھی اعظم خاں تھا اور وہی سورج مل کے قلعے میں پڑا ہوا تھا ایک دن میر اس سے ملنے گئے اور پرانے وقتوں کو یاد کر کے رونے لگے۔ دیکھا تو خان بہت فکرمند ہے۔ میر نے پریشانی کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا کہ تم دلّی میں ملنے آیا کرتے تھے تو طرح طرح کی مٹھائیاں اور حلوے ہم دونوں مل کر کھاتے تھے۔ آج پیٹ بھر کھانا بھی میسر نہیں ہے کہ دو پیالہ شربت ہی بن جائے۔ میر نے کہا کہ میں کھانے پینے کا حریص نہیں ہوں وہ حلوہ اور شیرینی کا زمانہ تھا یہ تلخیاں جھیلنے کا موسم ہے۔ زمانہ تو بدلتا ہی رہتا ہے۔ اتنے میں ایک عورت سر پر خوان رکھے ہوئے دروازے سے داخل ہوئی اور بولی کہ سعد الدین خاں [illegible] بہن نے آپ کو دعا کہی ہے۔ کچھ حلوے نزاکت اور شیرینی کی بھیجی ہے [illegible] اور حلوے پر اس کی نظر پڑی تو باغ باغ ہو گیا۔ کہنے لگا "یہ روز سیاہ [illegible] زمانے سے فاقہ کشی کر رہا ہوں۔ حلوے اور شیرینی کا تو ذکر ہی کیا [illegible] نہیں آیا تم میرے عزیز مہمان ہو۔ یہ سب تمہارا ہے [illegible] میر نے کہا: یہ تو بہت ہے۔ میں اتنے سارے نابکاروں کا کھانا کیا کروں [illegible]

Marfat.com

کام آئے گا۔ غرض اس نے اصرار کر کے وہ خوان میر کے گھر بھجوا دیا اور اُنھوں نے کئی دن تک اُسی حلوے پر گذارا کیا۔

راجا بشن سنگھ

پھر راجا ناگر مل کے چھوٹے بیٹے راجا بشن سنگھ نے میر کو بلوایا اور حالات دریافت کیے۔ کہنے لگا کہ راجا صاحب کے آنے تک تم میرے ساتھ ہی رہو۔ میر نے کہا کہ میرے پاس کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں ہے تو اس نے ضرورت کا سارا سامان مہیا کر دیا۔

۱۷۶۱ء میں راجا ناگر مل دوبارہ کُمھیر میں پہنچے جو سورج مل کا قلعہ تھا میر اس زمانے میں وہیں ٹھہرے ہوئے تھے۔ راجا کی خدمت میں باریاب ہوتے اور عرض کیا کہ میں آپ کی تشریف آوری کے انتظار میں ٹھہرا ہوا تھا اب مجھے اجازت دیجیے کہ کسی طرف نکل جاؤں کیونکہ حالات بہت بگڑ چکے ہیں اور ان کا مقابلہ کرنے کی سکت باقی نہیں رہی ہے۔ راجا نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے "بیاباں مرگ" ہونے کا ارادہ رکھتے ہو۔ مگر میں تمھیں چھوڑوں تب نا۔ اسی دن راجا نے خرچ کے لیے کچھ بھیجا اور پچھلا وظیفہ بھی جاری کر دیا۔

راجا ناگر مل وہیں کُمھیر میں رہ پڑے تھے اور ان کے ساتھ دوسرے سیکڑوں خاندان پل رہے تھے۔ یہ سورج مل جاٹ کا علاقہ تھا جو ایک طاقت ور اور مدبر فرماں رواں تھا اس لیے اس کی ریاست میں قدرے امن و امان میسر تھا۔ دلّی میں مرہٹوں کی فوج جنگ کر رہی تھی اور ابدالی فوج انھیں شکست دینے کے لیے جی جان کی بازی لگائے ہوئے تھی۔ لیکن پانی پت کی جنگ نے

Marfat.com

مرہٹوں کا شیرازہ بکھیر دیا اور شمالی ہند سے اُن کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔

میر کی دلّی میں آمد

جنگ پانی پت کے بعد میر دلی آئے تو یہ دنیا ہی دوسری تھی۔ وہ لکھتے ہیں :

”میں ایک دن ٹہلتا ہوا شہر کے تازہ ویرانوں سے گذرا۔ ہر قدم پر روتا اور عبرت حاصل کرتا تھا۔ جوں جوں آگے بڑھا، حیرت بڑھتی گئی۔ مکانوں کو شناخت نہ کر سکا، آبادی کا پتا تھا نہ عمارتوں کے آثار۔ نہ اُن کے مکینوں کی خبر۔ گھر کے گھر مسمار تھے اور دیواریں شکستہ۔ خانقاہیں صوفیوں سے خالی، خرابات رندوں سے۔ یہاں سے وہاں تک ایک ویرانہ تھا لق و دق۔

نہ وہ بازار تھے جن کا بیان کروں، نہ بازار کے وہ حسین لڑکے۔ حسن کہاں جسے تلاش کروں؟ یارانِ عاشق مزاج کدھر گئے؟ جوانانِ حسین گذر گئے۔ پیرانِ پارسا چلے گئے۔ محل خراب ہو گئے، گلیاں معدوم۔ وحشت برس رہی تھی، اُنس ناپید تھا۔

ناگاہ اس محلے میں آنکلا جہاں میں رہتا تھا، جلسے کرتا تھا، شعر پڑھتا تھا [illegible] زندگی گذارتا تھا، راتوں کو روتا، خوش قدوں سے عشق [illegible]

تعریف کرتا اور لمبی لمبی زلفوں والے معشوقوں کے [illegible] تھا [illegible]

کرتا اور ایک لمحے کی اُن کی جدائی ہوتی تو بے قرار ہو جاتا تھا، محفل [illegible] تھا

Marfat.com

حسینوں کو بلاتا تھا ان کی مہمانداری کرتا تھا۔ اب کوئی ایسا مانوس چہرہ نظر نہ آیا جس سے دو باتیں کر لیتا کوئی معقول انسان نہ پایا جس کے پاس جا بیٹھتا۔ اس وحشت انگیز گلی سے نکل کر ویران راستے پر آ کھڑا ہوا اور حیرت سے تباہی کے چھوڑے ہوئے نشانات دیکھتا رہا بہت صدمہ اٹھایا اور یہ عہد کیا کہ اب ادھر نہ آؤں گا۔" (میر کی آپ بیتی ۱۲۹)

جنگ پانی پت کے بعد ابدالی کا ہر فوجی مالدار ہو گیا تھا اور اپنے بیوی بچوں کو یاد کر رہا تھا۔ فوج نے غوغا کیا کہ ہم اب یہاں نہیں رہیں گے چنانچہ ابدالی نے قندھار کا عزم کیا۔ شہر کا انتظام نجیب الدولہ کے سپرد کیا۔ یہاں سے کوچ کر کے سرہند کی طرف گئے اور وہاں زین خاں کو صوبیدار بنایا پھر لاہور کا رخ کیا۔ لیکن یہاں سکھوں کے ہاتھوں ابدالی فوج کو زک اٹھانی پڑی۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر وہاں سے بھاگے اور ہزاروں تہ تیغ ہو گئے۔ سکھوں نے لاہور کے صوبہ پر دریائے اٹک تک قبضہ کر لیا۔

ادھر سورج مل نے مرکز کی کمزوری کا فائدہ اٹھایا، آگرہ اور اس کے اطراف پر قابض ہو گیا۔ (۱۷۶۲ء) فاضل خاں ناظم قلعہ دار نے نمک حرامی کر کے آگرے کا قلعہ بھی اس کے حوالے کر دیا۔ شاہ عالم نے بھاری لشکر لے کر اس کی سرکوبی کا ارادہ کیا۔ سورج مل اپنے قلعوں میں جا کر بیٹھ گیا اور راجا ناگر مل کو بکی خطاب کر لیا پھر بھی بات نہ بنی۔ ۔۔۔ سے کام لیا اور جنگ کو ٹال دیا۔ اپنا سفیر بھیج کر شاہی فوج سے صلح کر لی۔

میر کا سفر آگرہ

اس سفارت ۔۔۔ آگرہ ۔۔۔ سال کے بعد انھوں نے اپنے وطن کو دوبارہ دیکھا

Marfat.com

جسے ۱۴—۱۵ سال کی عمر میں چھوڑا تھا۔ پہلے اپنے والد اور [illegible] سید امان اللہ) کے مزاروں پر گئے، پھر شہر کے دوسرے لوگوں سے ملاقات کی۔ شاعری کی نسبت سے ان کی شہرت وہاں پہلے ہی پہنچی ہوئی تھی۔ اکثر شعراء نے امام فن جان کر میر سے ملاقات کی۔

شام کو میر دریائے جمنا کی طرف سیر کرنے نکل جاتے تھے۔ مقامی لوگ انھیں گھیرے رہتے تھے۔ آگرے کے اس سفر کا حال میر یوں لکھتے ہیں:

"میری معنی آفرینی کا شہرہ تو عالمگیر تھا۔ [illegible] بیگوں والے، اچھی سج دھج والے، جامہ زیب اور پاکیزہ طینت [illegible] تھے اور بڑی عزت کرتے تھے۔ دو تین بار [illegible] کے عالموں، فقیروں اور شاعروں سے ملا۔ لیکن کوئی [illegible] کے دل بیتاب کو تسلی ہو۔ میں نے سوچا خدا کی [illegible] ہر فن کا عارف، کامل، فاضل، منشی، شاعر، دانشمند، فقیہ، [illegible] صوفی، محدث، مدرس، درویش، متوکل، شیخ، ملا، حافظ، قاری، امام، موذن، مدرسہ، مسجد، خانقاہ، تکیہ، مہمان سرا، مکان اور باغ تھے [illegible] بیٹھ کر خوش ہو جاؤں ایسا آدمی نہیں [illegible] وحشت ناک ویرانہ پایا اور نہایت [illegible] وطن کا وقت میں گذارے [illegible]

[illegible] ۱۴۲)

Marfat.com

آگرے میں چار ماہ گزار کر میر پھر سورج مل کے قلعوں (کاماں، کُمھیر) میں واپس آ گئے۔ یہ ۱۷۶۳ء تھا۔ اسی زمانے میں سورج مل کے بیٹے جواہر سنگھ نے فرخ نگر کے نواب سے جنگ چھیڑ دی۔ دو مہینے تک جھڑپیں ہوتی رہیں تو سورج مل بھی اپنی فوج لے کر بیٹے کی مدد کے لیے نکلا اور راجا ناگر مل سے رخصت ہونے آیا۔ راجا بڑی سوجھ بوجھ کا آدمی تھا اس نے سمجھایا کہ خود جنگ کرنے جاؤ گے تو فریق ثانی کی حمایت پر نجیب الدولہ آ جائے گا مگر سورج مل نے یہ مشورہ ایک کان سن کر دوسرے کان سے اڑا دیا۔ فرخ نگر پہنچ کر وہاں کے رئیس کو قید کر لیا اور اس کے زن و فرزند کو اسیر بنا لیا۔ انھوں نے نجیب الدولہ سے فریاد کی۔ نجیب الدولہ نے سورج مل کو سمجھایا کہ اب ان کو معاف کر دے اور اپنے قلعوں میں واپس ہو جائے، مگر وہ گھمنڈ میں آ کر ڈٹا رہا۔ نجیب الدولہ نے ہر چند کہا کہ میرا آپ سے جنگ کرنے کا ارادہ نہیں ہے اس لیے میں نے اپنی فوج کو باہر نہیں نکالا ہے خواہ مخواہ غریب لوگ ہلاک ہوں گے اور تکلیف اٹھائیں گے۔ سورج مل نے کہلا بھیجا کہ میں تو نواب کی فوج کے دم خم دیکھ کر جاؤں گا۔ مجبوراً نجیب الدولہ کو میدان میں اترنا پڑا۔ گھمسان کا رن پڑا اور ۲۵ دسمبر ۱۷۶۳ء کو سورج مل لڑتا ہوا مارا گیا۔ اس کی فوج سب تتر بتر ہو گئی اب نجیب الدولہ کی فوج نے ان بھگوڑوں کا پیچھا کیا اور ان کا علاقہ فتح کرنے کے لیے آگے بڑھی اس موقع پر بھی راجا ناگر مل کی دور اندیشی نے کام کیا اس نے نواب کو لکھا کہ آپ نے ایسی شاندار فتح مفت میں حاصل کر لی ہے اب مناسب ہو گا کہ اسے غنیمت سمجھیں اور پیچھے کو لوٹ جائیں ورنہ یہاں بھاری فوج موجود ہے اگر اس نے ہمت سے مقابلہ کیا تو پانسا پلٹ جائے گا۔ نجیب الدولہ نے یہ مشورہ مان لیا اور دہلی کو واپسی کا حکم دے دیا۔ اب جاٹوں کا سردار جواہر سنگھ ہو گیا جو باپ کے زمانے سے ہی ریاست پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھا کرتا تھا۔

Marfat.com

نواب شجاع الدولہ اپنے مشیروں کے بہکانے میں آکر شاہ عالم کو ساتھ لے کر انگریزوں پر چڑھ دوڑا تھا اور یہ سوچا تھا کہ تھوڑی سی تگ و دو کے بعد عظیم آباد (پٹنہ) کا علاقہ ہاتھ آجائے گا تو اسے بھی اودھ کی ریاست میں ملا لوں گا لیکن بکسر کے میدان میں شکست کھا کر واپس ہوا اور اس جنگ کے نتیجے میں شاہ عالم انگریزوں کے وظیفہ خوار بن گئے۔ ان کا دو لاکھ روپیہ ماہانہ مقرر ہو گیا اور ملک کا انتظام کمپنی بہادر کے ہاتھوں میں آگیا۔

نواب عماد الملک

جواہر سنگھ اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کی فکر میں تھا۔ اس نے عماد الملک کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ عماد الملک نے اپنے اہل و عیال کو فرخ آباد بھیج دیا تھا اور خود جاٹوں کے علاقے میں پڑا ہوا تھا اسی زمانے میں اس سے میر کی ملاقات ہوئی۔ اس نے میر کے ساتھ سلوک بھی کیا جب بھی میر جاتے تھے کچھ نہ کچھ لے کر آتے تھے۔

آگرہ کا دوسرا سفر

شجاع الدولہ نے اُدھر تو انگریزوں سے صلح کر لی، اِدھر بادشاہ سے بھی تو بنا [illegible] کا خلعت پہن لیا ۱۲ ربیع الاول ۱۱۷۹ھ ۳۰ اگست ۱۷۶۵ء [illegible] سے ساز باز کر کے مرہٹوں پر بلہ بول رکھا تھا لیکن ابدالی کے آنے [illegible] اور جواہر سنگھ آگرہ میں آکر بیٹھ گیا۔ راجا ناگرمل ڈیگ سے چل کر جواہر سنگھ سے ملنے کے تو میر بھی ان

کے ہم رکاب تھے۔ اس طرح میر نے ایک بار پھر اپنے ماں باپ اور چچا کے مزارات پر حاضری دے لی۔ اس بار آگرے میں ان کا قیام پندرہ دن تک رہا۔ یہاں سے کمھیر کو واپس آ گئے۔

کمھیر کاماں میں

اپریل ۱۷۶۹ء کو جواہر سنگھ قتل کر دیا گیا اور اس کا بھائی راؤ رتن سنگھ جانشین ہوا۔ یہ ظالم، شرابی اور حریص حکمران تھا۔ اسے کیمیا بنانے کا شوق تھا گوسائیں روپانند نے پہلے کیمیا کے نام پر اس سے بہت دولت اینٹھی اور جب پردہ فاش ہونے کا وقت آیا تو ایک دن رتن سنگھ کو ہلاک کر دیا۔ اس کا شیر خوار نابالغ بیٹا کیسری سنگھ جانشین ہوا۔ نول سنگھ کا سالا دان سنگھ ریجنٹ مقرر ہو کر حکومت کرتا رہا۔ سورج مل کے بیٹوں میں بھی اقتدار کے لیے رسّاکشی شروع ہو چکی تھی۔ ادھر سورج مل اور جواہر سنگھ کے قتل ہونے کے بعد جاٹوں کے علاقے میں دہلی والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں ہوتا تھا۔ یہ تقریباً بیس ہزار خاندان تھے جو راجا ناگر مل کی حمایت میں پڑے ہوئے تھے۔ راجا نے شورش کا ماحول دیکھا تو ان سب کو وہاں سے نکال کر لے جانے کا ارادہ کیا مگر جاٹ ٹال مٹول کرتے رہے یعنی ان خاندانوں کو یرغمال بنا کر رکھنا چاہتے تھے۔ مگر راجا نے ہمت سے کام لیا اور اپنے دونوں بیٹوں کو ساتھ لے کر خود قلعہ سے باہر نکلا اور ایک شخص کو بھی وہاں خطرے میں نہیں چھوڑا۔ دو تین دن مسلسل سفر کر کے کاماں میں آ گیا۔ میر بھی اس کے ساتھ ہی تھے۔

فرخ آباد کا سفر

جب شاہ عالم کا لشکر فرخ آباد کی طرف گیا ہوا تھا تو راجا ناگر مل نے میر کو سفیر بنا کر نواب

Marfat.com

حسام الدین خاں کے پاس بھیجا۔ میر کاماں سے فرخ آباد آئے اور حسام الدین خاں سے عہد و پیمان درست کر لیے لیکن راجا کے چھوٹے بیٹے کو یہ پسند نہیں تھا کیونکہ میر اس کے بڑے بھائیوں سے زیادہ تعلقات رکھتے تھے۔ اُس نے باپ کو بہکا دیا کہ ہمیں مرہٹوں سے مدد لینی چاہیے حسام الدین خاں سے نہیں۔ چنانچہ راجا کا لشکر بجائے لشکر شاہی میں فرخ آباد کی طرف جانے کے، دلّی کی سمت روانہ ہو گیا۔ میر بھی اس قافلے کے ساتھ دلّی آ گئے۔ انھوں نے اپنے بیوی بچوں کو عرب کی سرائے میں چھوڑا اور راجا ناگرمل کے قافلے سے علیحدگی اختیار کر لی۔ کیونکہ ان کے کیے ہوئے عہد و پیمان کو بے سبب توڑ دیا گیا تھا۔

سکرتال کا سفر

مرہٹہ سردار سیندھیا فرخ آباد سے شاہی لشکر کو ساتھ لے کر شہر دہلی میں داخل ہوا (۶ جنوری ۱۷۷۲ء) یہاں آ کر یہ پروگرام بنایا کہ بادشاہ کو ضابطہ خاں پر چڑھا کر لے جائیں۔ دہلی میں آنے کے گیارہ دن کے بعد شاہ عالم اپنا لشکر لے کر نکلا۔ لونی، باغپت، غوث گڑھ، چاند پور، (رڑکی سے ۱۵ میل مشرق میں) ہوتا ہوا سکرتال پہنچ گیا۔ یہاں ضابطہ خاں نے مورچہ بنا رکھا تھا۔ میر اس سفر میں شاہی لشکر کے ساتھ راجہ بہادر سنگھ کی معیت میں شامل تھے۔

۲۴ فروری ۱۷۷۲ء کو سکرتال کے میدان میں معمولی سی جھڑپ [illegible] ضابطہ خاں بھاگ گیا اور اس کے زن و فرزند اسیر کر لیے گئے۔ مال غنیمت کی تقسیم پر شاہی فوج ناراض ہو گئی۔ شاہی قافلہ جس میں میر بھی شامل تھے نجیب آباد، نہٹور، نگینہ کوٹ، سیوہارہ، سیلد پور، امروہہ کے راستے سے واپس ہوا

Marfat.com

گنگا پار کر کے بکسر، ہاپوڑ، لاکھن ہوتے ہوئے ۹ جولائی ۱۷۷۲ء کو دلّی پہنچے۔

اس زمانے میں میر شاہی لشکر کے ہر سردار سے ملتے تھے، یہ لوگ ایک مشہور شاعر سمجھ کر کچھ مدد کر دیتے تھے۔اس سے میر کے لفظوں میں "کتے بلی کی سی زندگی" گذر رہی تھی۔ نواب حسام الدین خاں کے چھوٹے بھائی وجیہہ الدین خاں نے کچھ وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔

مئی ۱۷۷۳ء میں راجا ناگر مل کی جگہ دیوانی خالصہ وتن کا عہدہ نواب مجد الدولہ عبد الاحد خاں کو ملا، نواب حسام الدین خاں قید کر لیے گئے۔ نجف خاں نے دلّی کے جنوب میں کچھ علاقہ جاٹوں کے قبضے سے نکال لیا تھا اور حاصی بے ترتیب فوج جمع کر لی تھی بظاہر دہلی کی حالت بھی کچھ سُدھری تھی مگر یہ ایسا تھا جیسے بجھنے سے پہلے شمع بھڑکتی ہے۔ فروری ۱۷۷۴ء میں اس نے آگرہ کا قلعہ بھی جاٹوں سے چھین لیا۔ اس زمانے میں میر خانہ نشین رہے۔ ابو البرکات خاں صوبہ دار کشمیر کے بیٹے اعظم الدولہ ابو القاسم خاں سے کچھ وظیفہ ملتا تھا اور کبھی کبھی بادشاہ بھی کچھ بھیج دیتے تھے۔ دلّی سیاسی طور پر تو برباد ہو ہی چکی تھی اب یہاں ادبی اور علمی مجلسوں میں بھی سنّاٹا تھا۔ مرزا رفیع سودا، میر سوز، قائم چاندپوری ترکِ وطن کر چکے تھے۔ حاتم، مرزا مظہر اور خواجہ میر درد زندہ تھے مگر گوشوں میں اپنی عزّت بچائے بیٹھے تھے۔ اب مشاعروں میں جو شاعر نظر آتے تھے وہ میر کے ہم سر نہ تھے اُن سے جو نیر تھے اس لیے میر کا اُن سے برتاؤ بھی اسی انداز کا ہوتا تھا۔ تقریباً اسی دور میں بقا اللہ خاں بقا (شاگرد حاتم) اور محمد امان نثار نے اُن کا ہجو گوئی کا معرکہ ہوا۔

میر کا سفرِ لکھنؤ

اودھ میں شجاع الدولہ کا انتقال ہو گیا (ذی قعدہ ۱۱۸۸ھ جنوری ۱۷۷۵ء) اور نواب

Marfat.com

آصف الدولہ مسند نشین ہوئے۔ ایک دن انھوں نے نواب سالار جنگ پسر نواب اسحاق خاں موتمن الدولہ کے سامنے تذکرہ کیا کہ میر لکھنؤ کیوں نہیں آتے؟ اُنھوں نے عرض کیا کہ اگر کچھ زادِ راہ مرحمت ہو جائے تو ضرور آجائیں گے۔ نواب نے زادِ راہ کے لیے حکم دے دیا۔ اب نواب سالار جنگ نے میر کو خط لکھا کہ نواب صاحب طلب فرماتے ہیں جس طرح بن پڑے یہاں آجاؤ۔ میر تو پہلے ہی دل برداشتہ بیٹھے تھے فوراً سفر کی تیاری کی اور روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں میر ضیا۔الدین ضیا دہلوی ان کے ساتھ تھے جن کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ میر نے اِن سے سارے راستے بات نہیں کی کہ میری زبان خراب ہو گی۔ یہ میر ضیا میر حسن کے استاد ہیں۔ چند روز میں فرخ آباد سے گذر ہوا۔ نواب مظفر جنگ نے بہت اصرار کیا کہ وہیں قیام کریں لیکن میر نے قبول نہ کیا۔ لکھنؤ پہنچ کر پہلے نواب سالار جنگ سے ملے اُنھوں نے نواب صاحب سے تذکرہ کر کے ضروریات کا سب سامان مہیا کرا دیا۔ چار پانچ دن کے بعد اتفاقاً نواب صاحب مرغوں کی لڑائی کا تماشا دیکھنے آئے وہاں میر بھی موجود تھے۔ قیافے سے پہچان لیا اور پوچھا: "تم میر محمد تقی ہو"؟ یہ آداب بجا لائے۔ نواب صاحب نے گلے سے لگایا اور اپنی نشست گاہ پر لے گئے۔ پھر اپنا کلام بھی سنایا۔ میر سے بھی ان کے اشعار سنے۔ نواب سالار جنگ نے کہا کہ میر حسب الطلب آئے ہیں اب بندگان عالی مختار ہیں انھیں کوئی جگہ مرحمت فرمائیں اور جب مرضی مبارک ہو خدمت میں بلوا بھیجیں۔" نواب نے فرمایا کہ میں تنخواہ مقرر کر کے تمھیں اطلاع دوں گا۔ دو تین دن کے بعد یاد فرمایا ... میں گئے اور نیا لکھا ہوا قصیدہ لیتے گئے۔ نواب نے سنا اور اپنے مصاحبوں کی صف میں انھیں داخل کر لیا۔

Marfat.com

لکھنؤ میں وارن ہسٹنگز کی آمد

میر کے وہاں پہنچنے کے ایک ڈیڑھ سال بعد ہی (۱۱۹۸ھ ۸۳-۱۷۸۲ء) لکھنؤ میں وارن ہسٹنگز گورنر جنرل کلکتہ سے آیا اور آصف الدولہ کی طرف سے اس کا نہایت شاندار استقبال کیا گیا۔ آخر محرم ۱۱۹۸ھ (دسمبر ۱۷۸۳ء) نواب آصف الدولہ شکار کھیلنے کے لیے بہرائچ کی طرف گئے تو میر ان کے ساتھ تھے اور ایک نظم شکار نامہ [illegible] کی۔ دوبارہ شکار کے لیے [illegible] دوسرے جاڑوں میں آئے [illegible] میر ہمرکاب تھے اور دوسرا شکار نامہ لکھا۔ ربیع الاول ۱۱۹۹ھ (جنوری ۱۷۸۵ء) میں لکھنؤ کو واپسی ہوئی۔ اس شکار نامہ کے آخر میں یہ دو شعر بھی ہیں۔

بہار آئی تو کیا کیا دل کھلایا گیا [illegible] بیدار [illegible] پایا گیا
[illegible] پھیر کر لے چلو بہت لکھنؤ میں رہے اب گھر چلو

آصف الدولہ میر کی ناز برداری میں کمی نہ کرتے تھے مگر ان کے مزاج میں غرورِ کمال اور استغنا تھا۔ اس کا اظہار عوام سے تو ہوتا ہی تھا امراء کے سامنے بھی نہ چوکتے تھے۔ کہتا نے لکھا ہے کہ ایک بار میر تازہ قصیدہ [illegible] لے گئے۔ نواب نے سننا شروع کیا۔ میر اٹھیا ان سے پڑھ رہے تھے اور قصیدہ [illegible] اتفاق سے [illegible] ایک ایرانی بھی اس دن ولایت سے تازہ وارد تھا اور وہ بھی نواب کی مدح میں کچھ اشعار سنانا چاہتا تھا مگر میر کے قصیدے نے بہت وقت لے لیا۔ جب یہ [illegible] نے کہا "میر صاحب قصیدہ تو خوب ہے مگر بہت طولانی ہے۔ اگر نواب صاحب کا [illegible] تو اسے کون سن سکتا تھا؟" میر نے اپنے ہاتھ سے [illegible] کہا کہ اگر نواب

Marfat.com

صاحب کا دماغ درست کرنا تو ہر ایک کر سکتا ہے۔

نواب سعادت علی خاں

نواب آصف الدولہ کے بعد سعادت علی خاں ...

سرپرستی جاری رکھی ...

عرصہ کے بعد ...

پھر لکھنؤ کے مشاعروں ...

ان کے آخری زمانے کے ...

واثر تھا کبھی ...

یہ میر ...

چاہ ...

وہ ...

میر کا آخری زمانہ

آخری ... ایک جوان ...

رحلت کر گئے اس ...

تو اس میں خلل ...

Marfat.com

سماعت میں بھی فرق آگیا تھا۔ مزاج پہلے ہی سے تصوف آشنا تھا اب دنیا سے بالکل بیزار ہوکر گوشہ نشین ہو گئے۔ محفلوں میں جانا بند کر دیا۔ ربیع الثانی (مئی ۱۸۱۰ء) سے پُرانے امراض نے زور پکڑا۔ قولنج کا عارضہ بہت دنوں سے تھا وہ عود کر آیا جوڑوں میں درد رہنے لگا۔ جب یہ درد برداشت سے باہر ہوا تو شاہی طبیبوں نے یہ رائے ٹھہرائی کہ مسہل دیا جائے۔ قبض دور ہوگا تو درد میں کمی ہو جائے گی۔ مسہل دینا ہی غضب ہوگیا۔ ایک دن میں (۵۰) اسہال ہو گئے۔ دو تین دن اسی حالت میں گذرے آخر جمعہ ۲۰ شعبان ۱۲۲۵ھ (۲۰ ستمبر ۱۸۱۰ء) کو شام کے وقت لکھنؤ کے محلہ سٹھی میں انتقال کیا۔ اگلے دن دوپہر گئے قبرستان اکھاڑا بھیم میں اپنی بیوی اور بیٹی بیٹے کی قبروں کے پاس دفن کیے گئے۔ وہ جگہ اب ریلوے لائن میں آگئی ہے اور اس کا نشان قطعاً محو ہوگیا ہے۔ میرؔ نے پہلے ہی کہہ دیا تھا:

مت تربتِ میرؔ کو ہٹاؤ

رہنے دو غریب کا نشاں تو

اولاد

میرؔ کی پہلی شادی غالباً دہلی ہی میں ہوئی تھی اور ایک بیٹے فیض علی تھے جو اُن کے ساتھ ڈیگ، کاماں، کمھیر وغیرہ میں بھی رہے۔ سعادت خاں ناصر کا بیان ہے کہ اُنھوں نے لکھنؤ میں دوسری شادی کی تھی۔ اُن کے دوسرے بیٹے حسن عسکری عرف کلّو عرش تھے۔ ایک بیٹی بھی تھی جس کا حوالہ نوادر الکملاء کی عبارت میں ملتا ہے۔ بعض تذکرہ نگار اُسے بھی شاعرہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں بیگم تخلص تھا اور شادی سے تھوڑے ہی عرصے کے بعد اس نے انتقال کیا۔ میر کلّو عرش بہت دنوں تک زندہ رہے۔ ان کا دیوان بھی مرتّب ہوا تھا۔ محمد حسن آزاد نے انھیں دیکھا تھا۔ بے دماغی میں اپنے باپ

Marfat.com

کے جانشین تھے۔ میر کلو عرشؔ کی رنگت سانولی کشیدہ قامت تھے اوسط کا جسم تھا۔ سر، پٹے تھے اونچی چولی کا انگرکھا اور کلی دار پائجامہ استعمال کرتے تھے گھیلا جوتا یا بوٹ پہنتے تھے آخر عمر میں بسبب پیرانہ سالی کمر خم ہوگئی تھی اور افیون بھی کھانے لگے تھے۔ ہر وقت آنکھیں بند رہتی تھیں۔ حقّہ سامنے لگا رہتا تھا۔ شیخ محمد جان شاد (پیرِ رومیر) اِن کے نامی شاگرد تھے وہ کہتے ہیں کہ میر کلو عرشؔ روزانہ شام کو پانچ بجے تحسین کی مسجد کے چبوترے پر آکر بیٹھا کرتے تھے اور چاروں طرف شعرائے نامی ہوتے تھے۔ بڑے نازک مزاج تھے کسی رئیس کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھتے تھے۔ پہلے رازؔ تخلص تھا بعد میں عرشؔ اختیار کیا۔ ان کا دیوان مطبع کارنامہ لکھنؤ سے چھپا تھا۔ یہ مشہور شعر ان کے ہیں۔

آسیا کہتی ہے ہر صبح با آواز بلند
رزق سے بھرتا ہے رزاق دہن پتھر کے

پھول اب رعشۂ پیری سے نہیں اٹھتا عرشؔ
توڑتے تھے کبھی ان ہاتھوں سے ہم پتھر کے

شاگرد

فنِ شاعری اور محاورہ و زبان کے بارے میں میر کے اپنے معیار تھے اور ان پر [illegible] کاربند تھے۔ پھر اُن کے مزاج میں بڑا استغنا تھا اور نازک دماغ انسان تھے [illegible] قریب آنے اور شاعری میں استفادہ کرنے کی جرأت ہر ایک کو [illegible] فن عطیۂ خداوندی تھا اور اس میں اُن کے ذاتی حالات کو بھی دخل تھا [illegible] محض مشق اور اکتساب سے ممکن نہیں تھا اس لئے [illegible]

Marfat.com

میں اُن کے شاگردوں کی تعداد کم ہی نظر آتی ہے. پھر بھی مختلف اوقات میں اُن سے اصلاح لینے والوں کی تعداد پچاس سے کم نہیں ہے اور اس فہرست میں یہ شعرا بھی شامل ہیں :

۱ ۔ آغا حسین برشتہ لکھنؤ
۲ ۔ جسونت سنگھ پروانہ [وفات ۱۲۲۷ھ / ۱۸۱۲ء]
۳ ۔ میر محمد حسن تجلی ولد میر محمد حسین کلیم
۴ ۔ جان علی جان اکبر آبادی
۵ ۔ غلام علی راسخ عظیم آبادی (وفات ۱۲۳۸ھ / ۱۸۲۳ء)
۶ ۔ لالہ بندرابن راقم دہلوی
۷ ۔ غلام حسین شکیبا دہلوی
۸ ۔ منولال صفا لکھنوی
۹ ۔ عاشور بیگ طالب
۱۰ ۔ میر فیض علی فیض
۱۱ ۔ مرزا اکبر علی خاں گل جے پوری
۱۲ ۔ مرزا علی لطف
۱۳ ۔ محمد محسن محسن خلف حافظ محمد حسن (برادر زادۂ میر)
۱۴ ۔ میر عبدالرسول نثار (امروہہ میں مدفون)
۱۵ ۔ محمد اکرم نزار

Marfat.com

۱۶ ۔ ذوالفقار علی صفاؔ

۱۷ ۔ میاں جگن

تصانیف

(الف) اردو : کلیاتِ میر :

اردو نثر میں میرؔ کا لکھا ہوا کوئی ایک فقرہ بھی نہیں ملتا ۔ البتہ اُنھوں نے اردو نظم کی مختلف اصناف خصوصاً غزل میں لازوال سرمایہ یادگار چھوڑا ہے ۔

اُن کا تمام اردو کلام کلیات کی صورت میں یک جا ملتا ہے ۔ اس کی تفصیل یہ ہے ۔

۱ ۔ دیوان اوّل — اس میں ۵۶۰ غزلیں اور ۴۲۸۲ ۔ اشعار ہیں ۔

۲ ۔ دیوان دوم — اس میں ۳۹۰ غزلیں اور ۳۴۱۶ ۔ اشعار ہیں

۳ ۔ دیوان سوم — اس میں ۲۵۲ غزلیں اور ۱۸۳۲ ۔ اشعار ہیں

۴ ۔ دیوان چہارم — اس میں ۲۱۹ غزلیں اور ۱۳۱۱ ۔ اشعار ہیں

۵ ۔ دیوان پنجم — اس میں ۲۵۸ غزلیں اور ۱۶۴۲ ۔ اشعار ہیں

۶ ۔ دیوان ششم — اس میں ۱۳۲ غزلیں اور ۱۰۹۵ ۔ اشعار ہیں

اس طرح کلیاتِ میر میں غزلوں کی کل تعداد ۱۸۱۸ ، اور غزلوں کے اشعار کی تعداد [illegible] دوسری اصناف سخن اس کے علاوہ ہیں ۔

کلیاتِ میر میں دوسری اصناف کا خاکہ اس طرح ہے ۔

Marfat.com

مثنویاں

میرؔ نے تقریباً ۳۶ مثنویاں لکھیں۔ یہ اُن کی کلیات میں شامل ہیں۔ دو مثنویاں بعد میں دریافت ہوئیں۔ ان میں سے چند اہم مثنویاں یہ ہیں :

۱۔ خواب وخیال
۲۔ دریائے عشق
۳۔ معاملاتِ عشق
۴۔ مثنوی شعلۂ شوق
۵۔ در بیان کدخدائی آصف الدولہ
۶۔ مثنوی در جشن ہولی
۷۔ در تعریف سگ و گربہ
۸۔ در ہجو خانۂ خود
۹۔ در ہجو موسم برسات
۱۰۔ مثنوی اژدر نامہ
۱۱۔ در ہجو اکول

قصائد

اپنے زمانے کے رواج کے مطابق میرؔ نے قصائد بھی لکھے ہیں۔ کلیات میرؔ میں قصائد بھی شامل ہیں۔ لیکن یہ بات سچ ہے کہ قصیدہ میں میرؔ اپنے ہم عصر استاد سوداؔ سے بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔

مراثی میر

میرؔ کے مرثیوں کا ایک مجموعہ بعد کو دریافت ہوا جسے ڈاکٹر مسیح الزماں نے اپنے مقدمہ و تعارف کے ساتھ چھاپا ہے۔

Marfat.com

کلّیاتِ میر کے نسخے

میر کے چھ دیوانوں کے قلمی نسخے ملک کی مختلف لائبریریوں میں مل جاتے ہیں مگر اتنے بڑے شاعر کا کلام جتنی کثرت سے نقل ہونا چاہیے تھا اس اعتبار سے اِن قلمی نسخوں کی تعداد بہت کم ہے۔ دیوانِ چہارم کا ایک بہت اہم مخطوطہ جو میر کی زندگی میں لکھا گیا تھا ہمارا جا محمود آباد کے کتب خانے میں ہے جسے ڈاکٹر اکبر حیدری نے کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے اور یہی نقوش (لاہور) کے میر نمبر (جلد دوم) میں بھی مکمل چھپا ہے۔ لیکن اس میں اشعار کو صحیح نہیں پڑھا جا سکا اور کوئی صفحہ غلط قرأت کی مثالوں سے خالی نہیں ہے۔

(ب) فارسی نثر

تذکرہ نکات الشعراء

فارسی نثر میں میر کا ایک اہم کارنامہ تذکرہ نکات الشعراء ہے، جس میں انھوں نے ریختہ (اردو) کے شعراء کا مختصر حال اور انتخاب کلام درج کیا ہے۔ اس کی تالیف ۱۱۶۴ھ اور ۱۱۶۸ھ (یعنی ۱۷۵۱ء — ۱۷۵۵ء) کے درمیان ہوئی۔ اس وقت میر کی عمر ۳۰ سال [illegible] کہا جاتا ہے کہ یہ اردو شعراء کا پہلا تذکرہ ہے۔ اگر اسے قطعی طور پر [illegible] کچھ شک نہیں کہ شعرائے اردو کے ابتدائی تذکروں [illegible] ہے اور [illegible] میں منفرد خصوصیات کا حامل ہے۔ اس کے قلمی نسخے زیادہ نہیں ملتے اور یہ تین بار شائع بھی ہوا [illegible]

Marfat.com

پہلی بار ۱۹۲۹ء میں انجمن ترقی اردو اورنگ آباد نے نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے مقدمے کے ساتھ شائع کیا تھا۔ پھر مولوی عبدالحق کے مقدمہ کے ساتھ ۱۹۳۶ء میں انجمن ہی سے دوبارہ چھپا۔ اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہوا ہے۔

اپنے معاصرین کے بارے میں میر کے خیالات اور فن شاعری میں اُن کے تنقیدی نظریات کو سمجھنے کے لیے نکات الشعرا ایک اہم اور بنیادی ماخذ ہے۔

۲۔ ذکرِ میر

میر کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ اردو کے پہلے شاعر ہیں جس کی خود نوشتہ سوانح عمری ہمیں ملی ہے۔ اُنھوں نے ذکر میر فارسی زبان میں لکھی ہے اور ابتدا میں ان کا مقصد جدید فارسی محاورہ و روزمرہ کے استعمال کا مظاہرہ کرنا معلوم ہوتا ہے آگے بڑھ کر جب وہ تاریخی واقعات کے بیان پر آگئے ہیں تو اس کا اسلوب ایک تاریخ کی کتاب کا سا ہو گیا ہے۔ کتاب کے آخری حصے میں انھوں نے بہت سے تاریخی واقعات کو اختصار کے ساتھ ایک دو پیراگراف میں بیان کرنے کی سعی کی ہے تو اس کا انداز ایک ڈائری کے اندراج کا سا ہو جاتا ہے۔ فارسی اچھی ہے اس میں پختگی بھی ہے اور سلاست بھی۔ یہ کتاب پچاس سال کے واقعات کا احاطہ کرتی ہے یعنی مارچ ۱۷۳۹ء میں حملہ نادر شاہ سے لے کر مارچ ۱۷۸۹ء میں غلام قادر روہیلہ کے قلعہ دہلی پر تسلط اور پھر اس کی گرفتاری اور قتل کے بیان پر ختم ہوتی ہے۔ سر جادو ناتھ سرکار کی کتاب "فال آف دی مغل ایمپائر" بھی انھیں پچاس برسوں کے واقعات کی تفصیل بیان کرتی ہے۔

Marfat.com

میر بہت سے واقعات کے چشم دید راوی ہیں اور اکثر مہمات میں شریک رہے ہیں بہت سے حادثات کا ان پر براہ راست اثر پڑا ہے۔ وہ یہ کتاب اپنی ذاتی پسند سے لکھ رہے ہیں کسی نے اس کے لکھنے پر انھیں مامور نہیں کیا ہے، واقعات کے بیان میں ان کی جانب داری، تعصب یا غلط بیانی کا بھی کوئی واضح ثبوت نہیں ملتا ہے اس لیے ذکر میر اس دور کے تاریخی ماخذ کی حیثیت سے بھی بہت کارآمد اور قابلِ اعتبار کتاب ہے لیکن ہمارے مورخوں نے اس سے ابھی تک ایسا استفادہ نہیں کیا ہے جیسا کرنا چاہیے تھا۔

اس کتاب کے صرف ۴ - ۵ قلمی نسخے دستیاب ہیں :

۱ - نسخہ جواہر میوزیم (اٹاوہ) جو اب علی گڑھ میں ہے۔

۲ - نسخہ مولوی محمد شفیع (لاہور)

۳ - نسخہ رضا لائبریری (رام پور)

۴ - نسخہ پروفیسر مسعود حسن رضوی (لکھنؤ)

۵ - نسخہ (گوالیار)

اس کا اردو میں خلاصہ کر کے سہ ماہی رسالہ اردو میں مولوی عبدالحق نے چھاپا تھا۔ پھر اُن کے مقدمہ کے ساتھ فارسی متن ۱۹۲۹ء میں چھپا۔ یہ صرف دو نسخوں کی مدد سے تیار کیا گیا [illegible] آخر میں کچھ لطائف بھی تھے جن میں بعض فحش تھے اس لیے انھیں حذف کر [illegible] پوری طرح تصحیح نہیں ہو سکی اس لیے غلطیاں رہ گئی ہیں۔ اس کی فارسی بھی ہندستانیوں کے لیے کہیں کہیں اجنبی سی ہے اس وجہ سے ترجمہ میں بھی ٹھوکریں کھائی گئیں۔

Marfat.com

راقم الحروف نے اردو میں پہلی بار پوری کتاب کو منتقل کیا اور یہ "میرؔ کی آپ بیتی" کے نام سے ۱۹۵۷ء میں مکتبہ برہان دہلی نے شائع کی۔ اب اس کا دوسرا ایڈیشن آنے والا ہے اس میں فارسی متن بھی ممکن حد تک صحیح کر کے شامل کر دیا گیا ہے۔

اسی "میر کی آپ بیتی" کو کسی نے ہندی میں بھی منتقل کیا ہے اور وہ ہندی ترجمہ الہ آباد سے شائع ہوا ہے۔

۳۔ فیض میرؔ

میرؔ نے اپنے بیٹے میر فیض علی کی تعلیم کے لیے ایک رسالہ فارسی نثر میں لکھا تھا جس میں بعض حکایات درج کی ہیں۔ اسے انھوں نے "فیض میر" نام دیا۔ پروفیسر مسعود حسن رضوی نے اسے مرتّب کیا اور ایک عالمانہ مقدمہ کے ساتھ "ادبستان" لکھنؤ سے چھاپا۔ اب تک اس کے تین چار ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ ساتھ ہی اس کا ترجمہ بھی درج کر دیا گیا ہے۔

۴۔ قصّہ دریائے عشق (نثر)

میرؔ نے اپنی اردو مثنوی دریائے عشق میں جو قصّہ نظم کیا ہے اسے انھوں نے فارسی نثر میں بھی لکھا تھا۔ یہ مدتوں ناپید رہا۔ مولوی امتیاز علی عرشی رامپوری نے اسے ایک مختصر تعارف کے ساتھ پہلی بار دِلّی کالج اردو میگزین کے میرؔ نمبر (۱۹۶۲ء) میں شائع کروایا تھا۔

Marfat.com

۵ - دیوان فارسی

فارسی نظم میں میرؔ کا سرمایہ ایک دیوان ہے جو خاصا ضخیم ہے اس کے چند قلمی نسخے دستیاب ہیں۔ یہ ابھی تک شائع نہیں ہوا۔ لیکن اب ڈاکٹر نیر مسعود رضوی نے اسے مرتب کر دیا ہے اور امید ہے کہ جلد ہی منظرِ عام پر آجائے گا۔ میرؔ کی فارسی شاعری کے بارے میں دو چار ہی مضامین لکھے گئے ہیں اس دیوان کی اشاعت کے بعد اس کا اور زیادہ گہرا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ کرنا ممکن ہو سکے گا۔

اردو اور فارسی نظم و نثر میں میرؔ کا تصنیفی سرمایہ یہی ہے۔ اُن کی حیات اور شاعری پر ابھی تک کوئی اعلا درجے کا کام نہیں ہوا۔ لیکن نواب جعفر علی خاں اثر لکھنوی نے کلام میرؔ کا ایک اچھا انتخاب، مزامیر کے نام سے دو جلدوں میں شائع کرایا تھا (۱۹۴۷ء) اور جلد اوّل کے ساتھ ایک مفصّل عالمانہ مقدمہ بھی شامل تھا۔ اُنھوں نے میرؔ کی شاعری پر مختلف اوقات میں بعض اچھے تنقیدی مضامین بھی لکھے ہیں۔

ایک "انتخاب کلام میرؔ" مولوی عبدالحق نے تیار کیا تھا جسے انجمن ترقی اردو ہند نے چھاپا اور اب تک اس کے متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ میرؔ کے انتخابوں میں سب سے زیادہ مقبول یہی ہوا ہے۔

ڈاکٹر سیّد عبداللہ (لاہور)، میرؔ کے ناقدوں میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ ان کے مضامین کا مجموعہ نقدِ میرؔ بہت قابلِ قدر ہے اور میرؔ کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے اس کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

Marfat.com

راقم الحروف نے مختلف مضامین میرؔ کی شخصیت اور شاعری کے مبہم اور مجہول گوشوں سے متعلق لکھے ہیں جو ایک مجموعہ کی شکل میں "تلاش میرؔ" کے نام سے مکتبہ جامعہ لیمٹڈ نئی دہلی نے ۱۹۷۴ء میں شائع کیے تھے۔

Marfat.com

دوسرا باب

میر کا فن

میر نے جس زمانے میں آنکھ کھولی وہ مغلیہ سلطنت کے زوال کا زمانہ تھا اور وہ اپنی [illegible] زندگی یعنی نوّے سال تک اس زوال کا مشاہدہ کرتے رہے۔ اس زمانے میں ایران سے شعرا کی [illegible] کھیپ بھی آرہی تھی اور ہندستانی فارسی دانوں کا اعتبار گھٹتا جارہا تھا۔ فارسی [illegible] خواص تک محدود تھی۔ عوامی زبان وہ تھی جسے گلی کوچوں اور میلوں ٹھیلوں میں بولا جاتا تھا [illegible] پوری قوت بعد کو نظیر اکبرآبادی کے کلام میں ظاہر ہوتی ہے۔

میر کے زمانے میں ریختہ گوئی، یعنی عوامی زبان میں شعر کہنے کا رواج تو [illegible] فارسی اسالیب کے اثر سے یا ابتدائی دور کے اردو شعرا بھی لفظی رعایت اور ایہام کے [illegible] اس زمانے میں ایسے اشعار پر پھبتیں اڑایا کرتی تھیں :

چھاج سی داڑھی لگا کر شیخ جی
اس کے کوچے میں نہ پھٹکا کیجیے

لیکن میر نے ایہام سے ہٹ کر ایک نیا طرز اختیار کیا جسے وہ "انداز" کہتے ہیں [illegible]

Marfat.com

تمام صنعتیں آجاتی ہیں تجنیس، ترصیع، صفائے گفتگو، فصاحت، بلاغت، ادابندی، خیال وغیرہ۔

میرؔ ایک خوش فکر شاعر ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ اُن کے فکر میں بلند پروازی نہ ہو یا وہ محض تقلید ہی کے سہارے زندہ ہوں۔ جہاں تک انھوں نے شاعری کی قدیم روایات کی پاسداری کی ہے وہاں وہ ’تقلید، کرتے بھی نظر آتے ہیں لیکن ان کی اجتہادی شان ان کی تقلید پر غالب رہتی ہے۔

اس کے علاوہ اُن کا ذخیرۂ الفاظ بھی دوسرے ہم عصر شعراء کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ سوداؔ خود ایک قادر الکلام شاعر ہے اور اس نے اساتذۂ فارسی کی ٹکر کے قصائد لکھے ہیں، مگر اردو کے وہی الفاظ جو سوداؔ نے برتے ہیں میرؔ کے شعروں میں آتے ہیں تو اُن میں نئی وسعت اور نئے پہلو پیدا ہوجاتے ہیں۔ اسی کو قدیم اصطلاح میں ”نادرہ گوئی“ کہتے ہیں کہ مانوس لفظوں سے نامانوس مفہوم پیدا کر دیا جائے۔

میرؔ کی شاعری میں تلاشِ الفاظ کی بڑی اہمیت ہے۔ وہ لفظوں کے مزاج سے واقف ہے اور معانی کے نہایت نازک فرق کو خوب سمجھتا ہے۔ میرؔ کا خیال ہے کہ ”ایہام کی طرف میلان یا لفظوں کی بازی گری شعر کو بے رتبہ بنا دیتی ہے“۔ اعلیٰ درجے کی شاعری کے لیے اسلوب کی حیثیت ثانوی ہے اصل چیز شعر کی معنوی فضا کا رکھ رکھاؤ ہے یعنی اس میں لطافت ہو، درمندی ہو، خیال کی ندرت ہو، فکر کی گہرائی ہو اور وہ بات جسے ایک لفظ میں میرؔ بار بار دہراتا ہے یعنی ”مزہ“ یہ بنیادی وصف ہے۔ اس کے بعد اس کی اہمیت ہے کہ پیرایۂ اظہار میں شائستگی ہو، زبان میں بازاری پن یا لب و لہجہ میں ابتذال نہ ہو۔ بعض متقدمین شعراء کے یہاں کمتر اور لکھنؤ کے شعرائے متاخرین کے کلام میں بیشتر جو ”چونچلا“ پایا جاتا ہے اس کو میرؔ پسند نہیں کرتا اور زبانِ لوطیاں یا پوچ گوئی یا زبانِ

Marfat.com

اوباشاں جیسے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔" (تلاش میر ۳۵)

میرؔ کی شاعری کا ایک حصّہ وہ ہے جس میں لفظی رعایت بھی ہے اور تشبیہوں کی ندرت بھی۔ لب و لہجہ پاکیزہ اور بیان شائستہ ہے۔ اسی طرح کی شاعری میں میرؔ کے فنی کمال کا بھرپور اظہار ہوتا ہے مثلاً :

چلتے ہو تو چمن کو چلیے، سنتے ہیں کہ بہاراں ہے
پات ہرے ہیں، پھول کھلے ہیں، کم کم بادو باراں ہے

یہ مشہور مطلع ہے۔ زبان کتنی آسان ہے جسے ہر سطح کا انسان سمجھ سکتا ہے۔ شعر کا اُٹھان مکالمے سے ہوتا ہے "چلتے ہو تو" کہہ کر مخاطب کو اپنے ذہنی سفر میں شریک کرلیتا ہے۔ "سنتے ہیں" کا ٹکڑا اس کیفیت کو پورے ماحول سے جوڑ دیتا ہے۔ پھر بہاراں کی کیفیت کا جس طرح لفظوں میں اظہار ہوا ہے وہ تصویر میں بھی شاید ممکن نہ ہوتا اس لیے کہ "کم کم" کی کیفیت کو مُوقلم سے دکھانا اتنا آسان نہیں تھا

میرؔ کبھی اپنے ماحول سے خطاب کرتا ہے، کبھی پوری کائنات سے سرگوشیاں کرتا سنائی دیتا ہے، کبھی صرف اپنے آپ سے مخاطب ہے، کہیں تفصیل میں اِجمال کا جمال دکھاتا ہے اور کبھی اجمال میں تفصیل کے رنگ بھر دیتا ہے۔ زبان و بیان پر یہ قدرت ہر شاعر کو نصیب نہیں ہوتی اور شاعر واظہار کی اسی قدرت نے اس کی قوت متخیّلہ کو بہت تیز بیں اور دور رس بنا دیا ہے۔ متحرک اور مختلف جہات والی امیجری ہمیں میرؔ کی شاعری میں ملتی ہے جو متقدمین و متاخرین شعراء میں سے اور کسی کے ہاں نظر نہیں آتی یہ اس امیجری کے زور و قوت کا ادنیٰ سا کرشمہ ہے کہ وہ مجرّد ABSTRACT اشیاء کو بھی آنکھوں سے دکھا سکتا ہے۔

Marfat.com

صبح وہ آفت اُٹھ بیٹھا تھا، تم نے نہ دیکھا صد افسوس
کیا کیا فتنے سرجوڑے پلکوں کے سائے سائے گئے

اس شعر میں "منظر" بھی ہے اور زمان و مکان بھی۔ مکالمہ بھی ہے۔ ٹریجڈی کا عنصر بھی۔ حیرت یعنی (SUSPENCE) بھی ہے اور حرکت بھی۔ اور یہ سارے عناصر وہ ہیں جنھیں ایک ڈرامے کا لازمی حصہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے ایک شعر میں پورا ڈراما محصور کر دیا گیا ہے۔ "فتنے" ایک مجرّد شے کا اظہار ہے لیکن ان میں حرکت پیدا کر کے اُنھیں مجسّم کر دیا ہے۔ یہ شاعرانہ آرٹ کا کمال ہے۔

میرؔ نے بعض اشعار اپنے عہد کے معیار و مذاق کی رعایت سے کہے ہیں اُن میں کوئی بلندی یا ندرت نہیں ہے۔ لیکن جہاں وہ اپنے "انداز" پر چلتے ہیں وہاں یہ معیار بھی نبھ جاتے ہیں۔ ایہام یا رعایت لفظی ایسی خوبی سے شعر میں گھر بناتے ہیں کہ بغیر تامّل کیے اُنھیں پانا آسان نہیں ہوتا مثلاً:

تھا وہ تو رشکِ حورِ بہشتی ہمیں میں میرؔ
سمجھے نہ ہم تو فہم کا اپنی قصور تھا

یہاں حُور، بہشت، قصور، فہم، سمجھے، سب الفاظ ایک دوسرے کی رعایت سے آئے ہیں اور صرف غور کرنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ "حور و قصور" میں کوئی لفظی رشتہ بھی موجود ہے۔

میرؔ نے اپنی غزلوں میں بحروں اور زمینوں کا انتخاب بھی ایسی چابک دستی سے کیا ہے کہ غزل کا جو (MOOD) ہے اسی کی مناسبت سے بحر میں اتار چڑھاؤ پیدا ہوتا ہے وہ مختصر بحروں میں بھی وسیع جذبات کو سمو دیتا ہے۔

Marfat.com

کھلنا کم کم کلی نے سیکھا ہے
اس کی آنکھوں کی نیم خوابی سے

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

وصل اس کا خدا نصیب کرے
میر جی چاہتا ہے کیا کیا کچھ

اسی طرح طویل بحروں میں اتنا (RHYTHM) اور گٹھاؤ پیدا کر دیتا ہے کہ تمام الفاظ یک جان [illegible] بن جاتے ہیں۔ اسے پڑھتے ہوئے زیروبم اتنے متناسب واقع ہوتے ہیں جیسے میر گیت گھوڑے کی رفتار سے تشبیہ دیتا ہے۔ وہ الفاظ کو اتنا گتھم گتھا کر دیتا ہے کہ پڑھنے والا پورا مصرع [illegible] سے پہلے اٹک ہی نہیں سکتا، ٹھہرے گا تو مصرع کا خون ہو جائے گا۔ مثلاً یہ مصرع آپ الگ الگ کر کے پڑھیے:

سارے رند اوباش جہاں کے تجھ سے سجود میں رہتے ہیں
بانکے ٹیڑھے ترچھے تیکھے سب کا تجھ کو امام [illegible]

ایک حرف کی آواز ختم نہیں ہو پاتی جو اس بیت [illegible]
الفاظ کا نہایت زبردست ملاپ اور تحریک [illegible] بات [illegible]

Marfat.com

لفظوں کی نشست سے میرؔ کتنا باخبر ہے اس کا اندازہ ایک معمولی سی مثال سے ہو سکتا ہے شعر میں وزن ہی ایک بنیادی خصوصیت ہے۔ اگر کسی لفظ کو زیادہ کھینچ دیا جائے یا اسے پورا نہ پڑھا جائے تو شعر اتنا متاثرّ ہوتا ہے کہ وزن سے ساقط معلوم ہونے لگتا ہے مثلاً یہ شعر ہے:

کس کو فرصت جو حالِ میرؔ سنے
رنگ ہی اور کچھ ہے مجلس کا

اس شعر میں لفظ میرؔ کو زیادہ کھینچ کر پڑھیے، یہ محسوس ہوگا کہ وزن سے گرا جا رہا ہے لیکن ذیل کے مقطع میں یہی لفظ اس طرح آیا ہے کہ آپ اسے چاہے جتنا کھینچ لیں وزن پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

گیا تھا اس کی گلی میں سو پھر نہ پلٹا میرؔ
میں میرؔ میرؔ اس کو بہت پکار رہا

میرؔ میرؔ کو کھینچ کر پڑھیں تو آواز اور صدائے بازگشت دونوں سنائی دیتے ہیں اور — "بہت پکار رہا" کا ٹکڑا اس انداز سے آیا ہے کہ لہجہ سے مایوسی، تھکن اور عاجزی ظاہر ہو جاتی ہے۔

میرؔ کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ معمولی الفاظ سے غیر معمولی کام لیتا ہے۔ جو الفاظ امدادی طور پر آتے ہیں، یا بہت زیادہ استعمال ہوتے ہیں، ان میں کتنے وسیع امکانات پوشیدہ ہیں ہم نے کبھی اس پر غور بھی نہ کیا ہوگا، مگر میرؔ انھیں چھوٹے چھوٹے بہت معمولی، کثیر الاستعمال اور حقیر لفظوں سے اپنے آرٹ میں ایسی زبردست خدمت لے لیتا ہے کہ یہی الفاظ بُنیادی اہمیت کے بن جاتے ہیں۔ سا، سی، تس، کچھ، تئیں، ٹک وغیرہ کتنے معمولی لفظ ہیں۔ لیکن ان کی قوت اور تاثیر کو ان اشعار میں جانچیے:

Marfat.com

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

یک وہم نہیں بیش مری ہستیِ موہوم
تِس پر بھی تری خاطر نازک پہ گراں ہوں

وصل اس کا خدا نصیب کرے
میرؔ جی چاہتا ہے کیا کیا کچھ

یک نگہ سے بیش کچھ نقصاں نہ آیا اس کے تئیں
اور میں بے چارہ تو اے مہرباں مارا گیا

ع : ٹک ہونٹھ ہلا تو بھی کہ اک بات ٹھہر جائے

میرؔ کی شاعری کے اسلوب پر جتنا غور کریں ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ وہ [illegible]
نہایت ماہرِ فن کار جو CANVAS پر موقلم سے ایک تصویر بناتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اس تصویر میں
جہات (DIMENSIONS) کس طرح دکھائی جائیں، کون سا رنگ شوخ ہو، کون سا ہلکا ہو، کیا

Marfat.com

وضاحت کی ضرورت ہے، کدھر ابہام درکار ہے۔ مصوّر اپنی قوّتِ متخیّلہ (IMAGERY) کو تصویر کے پردے پر اُتارتا ہے اور اس کو دیکھنے والے کی قوّت باصرہ پر بہت کم اعتماد ہوتا ہے، اس لیے وہ یہ توقع نہیں کرسکتا کہ جو خط اس نے تصویر میں نہیں کھینچا ہے اُسے بھی دیکھنے والا دیکھ سکے گا۔ اس کے لیے قرینہ پیدا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ لیکن ایک شاعر کو اپنے مخاطب کی سماعت سے کام لینا ہوتا ہے۔ وہ آواز اور نغمگی کے زیر و بم سے جذبات و کیفیات کی عکاسی کرسکتا ہے۔ مصوّر بصارت کے ساتھ سماعت کو شریک نہیں کرسکتا لیکن شاعر میں اگر غیر معمولی سلیقہ موجود ہے تو وہ بصارت و سماعت دونوں سے کام لے سکتا ہے مثلاً میرؔ کہتا ہے:

زنداں میں بھی شورش نہ گئی اپنے جنوں کی
اب سنگ مداوا ہے اس آشفتہ سری کا

یہاں لفظ سنگ ایسی جگہ واقع ہوا ہے کہ اسے خاص انداز سے پڑھیے تو ایسا محسوس ہوگا کہ زندانی نے ہاتھ بڑھایا اور پتھر اٹھا کر اپنے سر پر اپنے ہی ہاتھ سے مار لیا۔

رعایت لفظی سے کھیلنا شاعر کے لیے ایک خطرناک مشغلہ ہے۔ وہ اگر لفظوں کے پیچھے بھاگے گا تو جذبے کی صداقت کافور ہو جائے گی۔ لیکن میرؔ نے یہ کھیل بڑے سلیقے کے ساتھ نبھایا ہے۔ وہ جذبہ کی شدّت کو لفظوں کے بل سے ابھار دیتا ہے۔

اس کی قوتِ مشاہدہ بھی زبردست ہے اور اپنے گرد و پیش کے اُن مظاہر سے جنھیں ہم معمولی سمجھ کر نظر انداز کر جاتے ہیں وہ اپنے شعر کی غیر معمولی فضا تعمیر کرلیتا ہے۔ مثلاً:

Marfat.com

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہِ شیشہ گری کا

شعر کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا ایک نازک مقام ہے یہاں ہر سانس احتیاط اور دانش مندی کے ساتھ خرچ کرنا چاہیے لیکن اس کی تشبیہ میں اس نے واقعیت اور ندرت کو جمع کر دیا ہے۔ 'کارگہ شیشہ گری' کا مفہوم ہے شیشہ سازی کا کارخانہ۔ لیکن آج اس امیجری کو ہر شخص آسانی سے نہیں سمجھ سکتا۔ اسے واضح کرنا ضروری ہے۔ پہلے زمانے میں شیشے کے برتن اس طرح بنائے جاتے تھے کہ شیشہ کو ایک بڑے کڑھاؤ میں پکایا جاتا تھا، یہاں تک کہ وہ بالکل رقیق ہو جاتا تھا۔ جو برتن بنائے جاتے تھے ان کے سانچے لکڑی کے ہوتے تھے اس طرح کہ وہ بالکل نصف حصے سے کھل جاتے تھے اور جوڑنے پر اُن میں صرف ایک باریک سوراخ باقی رہتا تھا۔ اب شیشہ بنانے والا کاری گر ایک لمبی سی نلکی اس کھولتے ہوئے کڑھاؤ میں ڈال کر اپنا سانس اوپر کھینچتا تھا تاکہ وہ سیّال شیشہ نلکی میں بھر جائے اور پھر نلکی کو سانچے کے منھ پر رکھ کر اپنا سانس آہستہ آہستہ اتارتا تھا تاکہ سانچے کے ہر گوشے میں یکساں طور پر سیّال شیشہ پہنچ جائے جب پورا سانچا شیشے سے بھر جاتا تھا تو اُسے ٹھنڈا کرنے کے بعد سانچا کھولتے تھے اور بنا بنایا برتن نکل آتا تھا۔ اس کام میں بنیادی اہمیت سانس ہی کی تھی اور صرف ایک ماہر اور محتاط کاری گر ہی اسے بنا سکتا تھا۔ اس لیے کہ اگر اُس نے زور سے سانس کھینچا تو سیّال شیشہ اس کے منہ میں آکر اُسے ہلاک کر [illegible] تھا اور اگر سانس چھوڑتے وقت زیادہ زور دکھایا تو سانچے میں برتن کا ایک حصّہ [illegible] پتلا ہو سکتا تھا جس سے وہ برتن ہی بھدّا اور بے ڈول ہو جائے۔ میرؔ نے کارگہ شیشہ گری کے اس اپنے مشاہدے کو ایک فلسفیانہ رخ دے کر نہایت اعلیٰ پائے کا شعر اپنے فکری سانچے میں ڈھال لیا ہے۔

Marfat.com

اپنے ماحول کے علاوہ وہ انسان کی نفسی کیفیات کا بھی گہرا احساس رکھتا ہے۔ ایک پریشان حال انسان حالتِ اضطرار میں کس کس طرح سوچتا ہے اور بعض ایسے امکانات پر بھی اس کی نگاہ پہنچتی ہے جو عام حالت میں پیش نظر نہ ہوتے۔ میرؔ کہتا ہے :

ترے فراق میں، جیسے خیال مفلس کا
گئی ہے فکرِ پریشاں کہاں کہاں میری

اس میں "جیسے خیال مفلس کا"، محض روایتی تشبیہ نہیں ہے یہ ایک گہرے تجربے اور نفسیاتی مشاہدے کی گواہ بن کر آتی ہے۔

میرؔ کو زمانہ بھی ایسا ملا جہاں شخصیتوں کے نقش بگڑ رہے تھے۔ ایسے ماحول میں کسی صلاحیت کو پنپنے کا موقع نہیں ملتا۔ لالہ صحرائی کی طرح اپنے جمال سے خود ہی شرمندہ ہونے والے اس طرح گذر جاتے ہیں کہ کوئی ان کا ماتم کرنے والا نہیں ہوتا۔ میرؔ نے اپنی شخصی کیفیتوں کو اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ پورے ماحول کا آئینہ بن کر ہمارے سامنے آئی ہیں اور ماحول یا معاشرے کی تصویر کشی اس طرح کی ہے کہ ہم اُن کی ذات کو اس میں آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں۔ ایسے اشعار کلام میرؔ میں اتنی کثرت سے ہیں کہ مثالیں دینے کی ضرورت نہیں، لیکن یہاں چند شعر لکھ کر اس خصوصیت کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے :

دل تاب ہی لایا نہ ٹک جو یاد رہتا ہم نشیں
اب عیش روز وصل کا ہے جی میں بھولا خواب سا

Marfat.com

شہرِ دل ایک مدت اجڑا بسا غموں میں
آخر اجاڑ دینا اس کا قرار پایا

جن بلاؤں کو میرؔ سنتے تھے　　ان کو اس روزگار میں دیکھا

دل کی آبادی کی اس حد ہے خرابی کہ نہ پوچھ　　جانا جاتا ہے کہ اس راہ سے لشکر نکلا

ان سب اشعار میں جو اوپر لکھے گئے ہیں فن کارانہ کمال کا بہترین اظہار ہوا ہے۔ اجمال میں تفصیل میرؔ کا خاص ہنر ہے۔ وہ کسی نہایت وسیع، شدید اور بے پناہ احساس کے صرف ایک گوشے سے نقاب اٹھاتا ہے اور پوری تصویر سامنے آجاتی ہے۔ اس لیے میرؔ کے کلام میں ایجاز کا اعجاز جتنی بھرپور قوت سے ظاہر ہوتا ہے وہ اردو کے کسی دوسرے شاعر کے ہاں نہیں مل سکتا۔ لطف یہ ہے کہ اس تصویر کشی کے لیے وہ بہت ہی سادہ، عام فہم اور سامنے کے الفاظ سے کام لے لیتا ہے۔ اس خوبی کو یہاں اگر موازنے اور مقابلے سے واضح کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ عاشق کا دل ایک جہانِ آرزو ہوتا ہے۔ غالبؔ کہتا ہے:

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

بہت اچھا شعر ہے اور کیفیت کی سچی تصویر کشی کر رہا ہے۔ [illegible] لذت کو یوں بیان کرتا ہے:

Marfat.com

شمار شوق نہ دانستہ ام کہ تا چند است
جز ایں قدر کہ دلم سخت آرزومند است

لیکن میرؔ نے ایک چھوٹی سی بحر کے معمولی لفظوں میں اپنا وہی "اجمال میں تفصیل" اور ایجاز میں اعجاز والا اسلوب یوں استعمال کیا ہے کہ اس کا شعر غالبؔ اور خان خاناں کے شعر سے اپنی کیفیت: وسعت اور گرفت میں کہیں آگے نکل گیا ہے:

وصل اس کا خدا نصیب کرے
میرؔ جی چاہتا ہے کیا کیا کچھ

پہلے مصرع میں اس وصل کے دشوار ہونے کا ذکر نہیں کرتا، صرف دعا مانگتا ہے، لیکن اس میں یہ مفہوم خود بخود آ گیا ہے کہ وصل ایسا آسان نہیں ہے، خدا ہی نصیب کرے تو ہو سکتا ہے۔ پھر اگر وصل ہوا تو کیا کرے گا، یہ بھی نہیں بتاتا۔ نہ غالبؔ کی طرح ہزاروں خواہشوں کے ہونے اور ہر خواہش پر دم دینے کا ذکر کرتا ہے، نہ خان خاناں کی طرح "شمارِ شوق" اور "سخت آرزومند" ہونے کا اعلان کرتا ہے، ان دونوں شاعروں نے اپنے شعر میں دوسروں کو خطاب کیا ہے، میرؔ خود کلامی کر رہا ہے اور "جی چاہتا ہے کیا کیا کچھ" کہہ کر سب کچھ کہہ جاتا ہے، اس لیے کہ جس سے اس کا خطاب ہے (یعنی خود سے) وہ خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ جی میں کیا کیا ہے!

ہمارے شعرائے متقدمین میں اکثریت ایسے شاعروں کی ہے جنھوں نے شاعری کو ایک فن یا صنّاعی سمجھ کر برتا ہے۔ شعر کہتے ہوئے اُن کے شعور یا تحت الشعور میں یہ ہوتا ہے کہ وہ زبان پر اپنی قدرت، شعر کی دروبست سے گہری واقفیت، استادانہ مہارت اور تلاشِ لفظ و معنی میں اپنے فکر کی ندرت کا مظاہرہ

Marfat.com

کریں، خواہ جذبہ میں سچائی اور مضمون میں گہرائی ہو یا نہ ہو۔ اس لیے ان کے اشعار میں ہیئت یعنی فارم زیادہ اہم ہو جاتی ہے اور معانی یا CONTENTS ثانوی حیثیت میں آ جاتے ہیں۔ میر نے شعر کو فن تو سمجھا ہے لیکن اسے اپنی ذات کے اظہار کا پردہ بنایا ہے :

کیا تھا شعر کو پردہ سخن کا
وہی آخر کو ٹھہرا فن ہمارا

لیکن اس کی توجہ شعر کے ظاہری قالب سے زیادہ اس کی معنویت پر رہتی ہے۔ اس نے جہاں لفظی تناسب کا خیال رکھا ہے (اور اکثر رکھا ہے) وہاں بھی اس کی صنّاعی اور فن کاری معنویت پر غالب نہیں آتی ہے۔ بلکہ اس سے شعر کے بنیادی احساس کو تقویت ملتی ہے۔ خیالات کا تسلسل یا ASSOCIATON OF THOUGHT جدید علم نفسیات کا ایک مسلّمہ اُصول ہے کہ ایک بات سے دوسری بات یاد آتی ہے میر بھی الفاظ کو ایسے تناسب سے جمع کرتا ہے کہ اُن کے ربط باہمی سے خیال کا ایک بڑا CANVAS بن جاتا ہے اور ہر لفظ دوسرے متناسب لفظ کی قوّت میں اضافے کا باعث ہوتا ہے۔ یہاں ایک دو شعروں کی تشریح و تحلیل سے میر کی فن کارانہ چابک دستی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے :

وصل و ہجراں یہ جو دو منزل ہیں راہِ عشق کی
دل غریب ان میں خدا جانے کہاں مارا گیا

وصل، ہجراں، عشق، دل، ایک قبیل کے الفاظ ہیں جن میں معنوی مناسبت موجود ہے۔ منزل، راہ، غریب، مارا گیا، ان لفظوں کا باہم تلازمہ ہے جو ظاہر ہے۔ عشق کو وہ ایک دشوار گذار سفر سے تشبیہ دیتا ہے جس میں ایک ایسا مسافر جا رہا ہے جسے نہ راستے کے نشیب و فراز کا علم ہے۔ نہ کوئی اس

Marfat.com

کا رفیقِ سفر ہے۔

یہ ایک طویل سفر ہے جس کا انت بھی معلوم نہیں۔ لمبی راہ کے مسافر جگہ جگہ پڑاؤ ڈالتے ہوئے چلتے ہیں جنھیں "منزل" کہا جاتا ہے۔ عشق میں وصل یا ہجر بھی مقصود نہیں، منزل ہیں۔ راہ ایسی ہلاکتوں بھری ہے کہ مسافر کہیں بھی، راہ میں یا منزل میں کام آسکتا ہے اور "خدا جانے کہاں مارا گیا" سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اس ہلاکت یا اسباب ہلاکت کا سراغ بھی نہیں ملتا کیونکہ راہِ عشق کا ہر مسافر تنہا ہے، کوئی اس کا شریکِ درد نہیں ہے۔

اب شعر کا لفظی و معنوی تجزیہ کر کے دیکھیے تو سادہ سے لفظوں میں ایک پوری کائنات پوشیدہ ہے۔ فلسفۂ عشق، کیفیت ہجر و وصال، عاشق کے طویل جذباتی سفر، اس کی تنہائی بے چارگی اور جہاد کے مختلف پہلوؤں کو ان چند لفظوں نے اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے اور جو بات اس شعر میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ عشق خود ہی اپنا مقصود ہے اس میں ہجر و وصل کی کچھ اہمیّت نہیں، عاشق کے لیے دونوں مہلک ہو سکتے ہیں۔ اتنے بڑے مفہوم کو جتنی نفاست اور سہولت سے میر نے دو مصرعوں میں بند کر دیا ہے وہ کسی دوسرے شاعر سے ممکن نہیں ہو سکتا۔

دوسرا سیدھا سادا شعر دیکھیے ؎

آگ سی اک دل میں سُلگے ہے، کبھی بھڑکی تو میر
دے گی میری ہڈیوں کا ڈھیر جوں ایندھن جلا

اس شعر میں کوئی غیر معمولی، نامانوس، ثقیل یا پیچیدہ لفظ نہیں ہے۔ جتنے الفاظ ہیں وہ ہمارے روزمرّہ کے مشاہدے میں آنے والے ہیں جن کی پوری معنویت کا ہمیں علم بھی ہے، ادراک بھی،

Marfat.com

احساس بھی۔

ان سادہ سے لفظوں میں بھی ایک دوسرے سے گہرا معنوی رابطہ موجود ہے

آگ ، سلگے ہے ، بھڑکی ، ایندھن ، جلا

ان لفظوں کا معنوی رشتہ ایک دوسرے سے ظاہر ہے۔ "ہڈیوں کے ڈھیر" پر غور کریں تو ایندھن کی ایک خیالی تصویر کے ساتھ انسان کی بے بسی اور خود کہنے والے کی حالتِ زار کا نقشہ سامنے آجاتا ہے یہ تو سب لفظی رعایت اور تصویر کشی کی باتیں ہیں لیکن شعر ان پر مرکوز نہیں ہے۔ کہنا وہی بات چاہتا ہے جو خسرو نے اپنے فارسی شعر میں کہی ہے :

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغزِ استخواں سوزد

لیکن خسرو کے شعر میں مبالغہ نے تاثیر کو بڑھانے کی بجائے کم کر دیا ہے۔ وہ دردِ دل کی سوزش اور اس کی شدّت کا بیان کر رہے ہیں کہ اُس کے اظہار سے زبان جل سکتی ہے۔ کسی بیان سے زبان کا جل جانا خلافِ عادت اور خلافِ فطرت ہے۔ اسی طرح اُس کے نہ کہنے سے "مغزِ استخواں" کا سوختہ ہو جانا بھی بڑا مبالغہ ہے۔ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ ایک ایسی کیفیت ہے جس نے سخت عاجز کر رکھا ہے کہ نہ بیان ہو سکتی ہے نہ چھپائی جا سکتی ہے۔

میرؔ نے سادہ اور فطری انداز میں کہا ہے کہ میرے سینے میں اک "آگ [illegible] ہوئی جیسی" "سی" کی اہمیت کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس نے بیان میں مبالغہ پر قابو پا لیا ہے۔ اُس کیفیت کو وہ آگ نہیں کہہ رہا ہے آگ سے تشبیہ دے رہا ہے۔ اس کے بعد "سُلگے ہے" میں جو دھیمی دبی کیفیت ہے وہ

Marfat.com

بھی جذبات نگاری کی غیر معمولی مثال ہے۔ پھر اپنے اندیشے کا اظہار کرتا ہے کہ یہ کیفیت اگر اسی طرح باقی رہی اور " بھڑکنے " کی منزل پر آ گئی تو میرے سارے وجود کو جو ہڈیوں کے ایک ڈھیر سے زیادہ نہیں ہے جلا کر بھسم کر دے گی۔

قصّہ کوتاہ۔ میرؔ کے فن نے اردو شاعری میں اُن بلندیوں کو چھو لیا ہے جہاں تک کم شاعروں کی رسائی ہوتی ہے۔ اپنی شخصیت کے سچّے اظہار میں وہ عالمی ادب کے کسی بھی معیار سے پرکھے جا سکتے ہیں اور اس پر پورے اُتریں گے۔

Marfat.com

باب سوم

انتخابِ کلامِ میرؔ

(دیوان اوّل)

Marfat.com

انتخابِ غزلیات

(دیوان اوّل)

ہم خاک میں ملے تو ملے، لیکن اے سپہر
اُس شوخ کو بھی راہ پہ لانا ضرور تھا

کل پانو ایک کاسۂ سر پر جو آگیا
یکسر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا

کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
میں بھی کبھو کسو کا سرِ پُر غرور تھا

آیا تو سہی وہ کوئی دم کے لیے لیکن
ہونٹوں پہ مرے جب نفسِ باز پسیں تھا

شب کوفت سے ہجراں کی جہاں تن پہ رکھا ہاتھ
جو درد و الم تھا سو کہے تو کہ وہیں تھا

نام آج کوئی یاں نہیں لیتا ہے اُنھوں کا
جن لوگوں کے کل ملک یہ سب زیرِ نگیں تھا

مسجد میں امام آج ہوا آکے وہاں سے
کل تک تو یہی میرؔ خراباتِ نشیں تھا

Marfat.com

جان گھبراتی ہے اندوہ سے تن میں کیا کیا　　تنگ احوال ہے اس یوسفِ زندانی کا
اُس کا منھ دیکھ رہا ہوں سو وہی دیکھوں ہوں　　نقش کا سا ہے سماں میری بھی حیرانی کا

اِس عہد میں الٰہی محبّت کو کیا ہوا　　چھوڑا وفا کو اُن نے مروّت کو کیا ہوا
جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف　　اے کشتۂ ستم تری غیرت کو کیا ہوا

کہا میں نے گل کا ہے کتنا ثبات!　　کلی نے یہ سن کر تبسم کیا
جگر ہی میں یک قطرہ خوں ہے سرشک　　پلک تک گیا تو تلاطم کیا

اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماریِ دل نے آخر کام تمام کیا
عہدِ جوانی رو رو کاٹا پیری میں لیں آنکھیں موند
یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا
ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث بدنام کیا
سارے رند اوباش جہاں کے تجھ سے سجود میں رہتے ہیں
بانکے ٹیڑھے ترچھے تیکھے سب کا تجھ کو امام کیا

Marfat.com

سرزد ہم سے بے ادبی تو وحشت میں بھی کم ہی ہوئی
کوسوں اُس کی اُور گئے پر سجدہ ہر ہر گام کیا
کس کا کعبہ کیسا قبلہ کون حرم ہے کیا احرام
کوچے کے اس کے باشندوں نے سب کو یہیں سے سلام کیا
یاں کے سپید و سیہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے
رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جوں توں شام کیا
ساعدِ سیمیں دونوں اس کے ہاتھ میں لاکر چھوڑ دیے
بھولے اس کے قول و قسم پر ہائے خیالِ خام کیا
ایسے آہوے رم خوردہ کی وحشت کھونی مشکل تھی
سحر کیا اعجاز کیا جن لوگوں نے تجھ کو رام کیا
میرؔ کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو اُن نے تو
قشقہ کھینچا، دیر میں بیٹھا، کب کا ترک اسلام کیا

جواب نامہ سیاہی کا اپنی ہے وہ زلف
کسو نے حشر کو ہم سے اگر سوال کیا
لگا نہ دل کو کہیں، کیا سنا نہیں تونے
جو کچھ کہ میرؔ کا اس عاشقی نے حال کیا

Marfat.com

مُنعم نے بِنا ظلم کی رکھ گھر تو بنایا
پر آپ کوئی رات ہی مہمان رہے گا
جانے کا نہیں شور سخن کا مرے ہرگز
تا حشر جہاں میں مرا دیوان رہے گا

اب کی جو ترے کوچے سے جاؤں گا تو سنیو
پھر جیتے جی اس راہ وہ بدنام نہ آیا

جس سر کو غرور آج ہے یاں تاجوری کا
کل اُس پہ یہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا
آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا
زنداں میں بھی شورش نہ گئی اپنے جنوں کی
اب سنگ مداوا ہے اس آشفتہ سری کا
ہر زخم جگر داورِ محشر سے ہمارا
انصاف طلب ہے تری بیدادگری کا

Marfat.com

اپنی تو جہاں آنکھ لڑی پھر وہیں دیکھو
آئینے کو لپکا ہے پریشاں نظری کا

صد موسم گل ہم کو تہِ بال ہی گذرے
مقدور نہ دیکھا کبھو بے بال و پری کا

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہِ شیشہ گری کا

ٹک میرؔ جگر سوختہ کی جلد خبر لے
کیا یار بھروسا ہے چراغ سحری کا

منھ تکا ہی کرے ہے جس تس کا حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا
شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہوں دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

تاب کس کو جو حالِ میرؔ سنے
حال ہی اور کچھ ہے مجلس کا

قامت خمیدہ، رنگ شکستہ، بدن نزار
تیرا تو میرؔ غم میں عجب حال ہو گیا

Marfat.com

آباد جس میں تجھ کو دیکھا تھا ایک مدّت
اس دل کی مملکت کو اب ہم خراب دیکھا
لیتے ہی نام اس کا، سوتے سے چونک اُٹھے ہو
ہے خیر میرؔ صاحب کچھ تم نے خواب دیکھا؟

دل بہم پہنچا بدن میں تب سے سارا تن جلا
آپڑی یہ ایسی چنگاری کہ پیرا ہن جلا
کب تلک دھونی لگائے جوگیوں کی سی رہوں
بیٹھے بیٹھے در پہ تیرے تو مرا آسن جلا
آگ سی اک دل میں سُلگے ہے، کبھی بھڑکی تو میرؔ
دے گی میری ہڈیوں کا ڈھیر جوں ایندھن جلا

جب جنوں سے ہمیں توسّل تھا
اپنی زنجیر پا ہی کا غُل تھا
اب تو دل کو نہ تاب ہے نہ قرار
یاد ایّام جب تحمّل تھا

Marfat.com

خوب دریافت جو کیا ہم نے
وقتِ خوش میرؔ، نکہتِ گُل تھا

دل تاب ہی لایا نہ ٹک جو یاد رہتا ہم نشیں
اب عیش روزِ وصل کا ہے جی میں بھولا خواب سا
سنّا ہٹے میں جان کے ہوش وحواس و دم نہ تھا
اسباب سارا لے گیا آیا تھا اک سیلاب سا

احوال خوش انھوں کا، ہم بزم ہیں جو تیرے
افسوس ہے کہ ہم نے واں کا نہ بار پایا
شہرِ دل ایک مدت، اجڑا بسا غموں میں
آخر اجاڑ دینا اس کا قرار پایا
اتنا نہ تجھ سے ملتے نے دل کو کھو کے روتے
جیسا کیا تھا ہم نے ویسا ہی یار پایا
کیا اعتباریاں کا، پھر اس کو خوار دیکھا
جس نے جہاں میں آکر کچھ اعتبار پایا

Marfat.com

کم فرصتی جہاں کے مجمع کی کچھ نہ پوچھو
احوال کیا کہوں میں اس مجلسِ رواں کا
یا روئے یا رلایا اپنی تو یوں ہی گذری
کیا ذکر ہم صفیراں یارانِ شادماں کا

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا　　دلِ ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا
مرے سلیقے سے میری نبھی محبّت میں　　تمام عمر میَں ناکامیوں سے کام لیا

رہ گذر سیلِ حوادث کا ہے بے بنیاد دہر
اس خرابے میں نہ کرنا فکر تم تعمیر کا
کس طرح سے مانیے یارو کہ یہ عاشق نہیں
رنگ اڑا جاتا ہے تک دیکھو تو چہرہ میرؔ کا

اُگتے تھے دستِ بلبل و دامانِ گل بہم　　صحنِ چمن نمونۂ یوم الحسا [illegible]

دل نے ہم کو مثالِ آئینہ　　ایک عالم کا روشناس کیا
صبح تک شمع سر کو دُھنتی رہی　　کیا پتنگے نے التماس کیا

Marfat.com

گر کوئی پیر مغاں مجھ کو کرے تو دیکھے پھر
میکدہ سارے کا سارا صرف ہے اللہ کا

نامرادی کی رسم میرؔ سے ہے   طور یہ اِس جوان سے نکلا

ہم خستہ دل ہیں تجھ سے بھی نازک مزاج تر
تیوری چڑھائی تو نے کہ یاں جی نکل گیا

تڑپ کے مرنے سے دل کے، کہ مغفرت ہو اُسے
جہاں میں کچھ تو رہا نام بے قراروں کا
تڑپ کے خرمن گل پر کبھی گرا اے بجلی
جلانا کیا ہے مرے آشیاں کے خاروں کا

آنکھوں میں جی مرا ہے اِدھر دیکھتا نہیں
مرتا ہوں میں تو۔ ہائے رے صرفہ نگاہ کا
یک قطرہ خون ہو کے پلک سے ٹپک پڑا
قصّہ یہ کچھ ہوا دلِ غفراں پناہ کا

Marfat.com

ظالم زمیں سے لوٹتا دامن اٹھا کے چل
ہوگا کمیں میں ہاتھ کسی داد خواہ کا

دل سے شوقِ رخِ نکو نہ گیا
جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا
سب گئے ہوش و صبر و تاب و تواں
لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا
دل میں کتنے مسوّدے تھے ولے
ایک پیش اس کے رو برو نہ گیا

جن بلاؤں کو میرؔ سنتے تھے
ان کو اس روزگار میں دیکھا

دمِ صبح بزمِ خوشِ جہاں، شبِ غم سے کم نہ تھی مہرباں
کہ چراغ تھا سو تو دود تھا، جو پتنگ [illegible]
دلِ خستہ جو لہو ہو گیا تو بھلا ہوا کہ کہاں تلک
کبھو سوزِ سینہ سے داغ تھا کبھو دردِ غم سے فگار تھا

Marfat.com

یہ تمھاری ان دنوں دوستاں، مژہ جس کے غم میں ہے خونچکاں
وہی آفتِ دلِ عاشقاں کسو وقت ہم سے بھی یار تھا
کبھو جائے گی جو ادھر صبا تو یہ کہیو اس سے کہ بے وفا
مگر ایک میرؔ شکستہ پا ترے باغِ تازہ میں خار تھا

دل کی آبادی کی اس حد ہے خرابی کہ نہ پوچھ
جانا جاتا ہے کہ اس راہ سے لشکر نکلا
کنج کاوی جو کی سینے کی غمِ ہجراں نے
اِس دفینے میں سے اقسام جواہر نکلا

تمام عمر رہیں خاکِ زیر پا اُس کی
جو زور کچھ چلے ہم عجز دستگاہوں کا

پھوڑا سا ساری رات جو پکتا رہے گا دل
تو صبح تک تو ہاتھ لگایا نہ جائے گا
یاد اس کی اتنی خوب نہیں میرؔ باز آ
نادان پھر وہ جی سے بھلایا نہ جائے گا

Marfat.com

میں نہ کہتا تھا کہ منھ کر دل کی اور
اب کہاں وہ آئینہ، ٹوٹا، گیا
دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے
یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

اتنی گذری جو ترے ہجر میں سو اس کے سبب
صبر مرحوم عجب مونسِ تنہائی تھا

ٹک گورِ غریباں کی کر سیر کہ دنیا میں
ان ظلم رسیدوں پر کیا کیا نہ ہوا ہوگا
آنکھوں سے تری ہم کو ہے چشم کہ اب ہووے
جو فتنہ کہ دنیا میں برپا نہ ہوا ہوگا

چشمِ خوں بستہ سے کل رات لہو پھر ٹپکا
ہم نے جانا تھا کہ بس اب تو [illegible] یا

یہ توہم کا کارخانہ ہے یاں وہی ہے جو اعتبار کیا

Marfat.com

ہم فقیروں سے بے ادائی کیا   آن بیٹھے جو تم نے پیار کیا

سخت کافر تھا جن نے پہلے میرؔ
مذہبِ عشق اختیار کیا

شب کو اس کا خیال تھا دل میں   گھر میں مہماں عزیز کوئی تھا

ان صحبتوں میں آخر جانیں ہی جاتیاں ہیں
نے عشق کو ہے صرفہ نے حسن کو محابا

کیا کیا عزیز دوست ملے میرؔ خاک میں
نادان یاں کسو کا کسو کو بھی غم ہوا ؟

اگرچہ عمر کے دس دن یہ لب رہے خاموش
سخن رہے گا سدا میری کم زبانی کا
ہزار جان سے قربان بے پری کے میں
خیال بھی کبھو گذرا نہ پَر فشانی کا

Marfat.com

بتاں کے عشق نے بے اختیار کر ڈالا
وہ دل کہ جس کا خدائی میں اختیار رہا

گلی میں اس کی گیا، سو گیا، نہ بولا پھر
میں میرؔ میرؔ کر اس کو بہت پکار رہا

شہرِ دل آہ عجب جائے تھی پر اس کے گئے ایسا اجڑا کہ کسی طرح بسایا نہ گیا
سرنشینِ رہِ میخانہ ہوں میں کیا جانوں رسم مسجد کے تئیں شیخ کہ آیا نہ گیا

چمن میں ہم بھی زنجیری رہے ہیں سنا ہوگا کبھو شیوں ہمارا
کیا تھا ریختہ پردہ سخن کا سو ٹھہرا ہے یہی اب فن ہمارا

گلیوں میں اب تلک تو مذکور ہے ہمارا افسانۂ محبت مشہور ہے ہمارا
ہیں مشتِ خاک لیکن جو کچھ ہیں میرؔ ہم ہیں مقدور سے زیادہ مقدور ہے ہمارا

کروگے یاد باتیں تو کہوگے کوئی وارفتہ [illegible] تھا
جہاں پُر ہے فسانے سے ہمارے دماغ [illegible] کو [illegible] کبھو تھا
نہ دیکھا میرؔ آوارہ کو لیکن غبار اک ناتواں سا کو بکو تھا

Marfat.com

راہِ دورِ عشق میں روتا ہے کیا　　آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا
قافلے میں صبح کے اک شور ہے　　یعنی غافل ہم چلے سوتا ہے کیا
یہ نشانِ عشق ہیں جاتے نہیں　　داغ چھاتی کے عبث دھوتا ہے کیا
غیرتِ یوسف ہے یہ وقتِ عزیز
میرؔ اس کو رائگاں کھوتا ہے کیا

پہلو میں اک گرہ سی تہ خاک ساتھ ہے　　شاید کہ مرگئے پہ بھی خاطر میں کچھ رہا

شمع ساں جلتے رہے لیکن نہ توڑا یار سے
رشتۂ الفت تمامی عمر گردن میں رہا

رنگ اُڑ چلا چمن میں گلوں کا تو کیا نسیم
ہم کو تو روزگار نے بے بال و پر کیا
وہ دشتِ خوفناک رہا ہے مرا وطن
سن کر جسے خضر نے سفر سے حذر کیا
لکنت تری زبان کی ہے سحر جس سے شوخ
یک حرف نیم گفتہ نے دل پر اثر کیا

Marfat.com

کچھ نہ دیکھا پھر بجز یک شعلۂ پُر پیچ و تاب
شمع تک تو ہم نے دیکھا تھا کہ پروا نہ گیا

یک نگہ سے بیش کچھ نقصاں نہ آیا اس کے تئیں
اور میں بے چارہ تو اے مہرباں مارا گیا
وصل و ہجراں یہ جو دو منزل ہیں راہ عشق کی
دل غریب ان میں خدا جانے کہاں مارا گیا

ہوش جاتا نہیں رہا لیکن
جب وہ آتا ہے تب نہیں آتا
صبر تھا ایک مونسِ ہجراں
سو وہ مدّت سے اب نہیں آتا
دل سے رخصت ہوئی کوئی خواہش
گریہ کچھ بے سبب نہیں آتا
جی میں کیا کیا ہے اپنے اے ہمدم
پر سخن تا بلب نہیں آتا

کیا ہے جو اُٹھ گیا ہے، پر بستۂ وفا ہے
قیدِ حیات میں ہے تو [illegible]

Marfat.com

جگر پاکی، ناکامی، دنیا ہے آخر
نہیں آئے جو میرؔ کچھ کام ہو گا

رہ طلب میں گرے ہوتے سر کے بھل ہم بھی
شکستہ پائی نے اپنی ہمیں سنبھال لیا

یہ حسرت ہے مروں اُس میں لیے لبریز پیمانہ
مہکتا ہو نپٹ جو پھول سی دارو سے میخانہ
نہ ووے زنجیر کے غل ہیں نہ ووے جرگے غزالوں کے
مرے دیوان پن تک ہی رہا معمور ویرانہ

قدر رکھتی نہ تھی متاعِ دل — سارے عالم کو میں دکھا لایا
دل کہ یک قطرہ خوں نہیں ہے بیش — ایک عالم کے سر بلا لایا
سب پہ جس بار نے گرانی کی — اس کو یہ ناتواں اُٹھا لایا
دل مجھے اس گلی میں لے جا کر — اور بھی خاک میں ملا لایا
ابتدا ہی میں مرگئے سب یار — عشق کی کون انتہا لایا
اب تو جاتے ہیں بتکدے سے میرؔ — پھر ملیں گے اگر خدا لایا

Marfat.com

جلوۂ ماہ تہِ ابرِ تنک ، بھول گیا
اُن نے سوتے میں دوپٹے سے جو منھ کو ڈھانکا

اُٹھ گیا ایک ، تو اک مرنے کو آ بیٹھے ہے
قاعدہ ہے یہی مدّت سے ہمارے ہاں کا

دلّی میں آج بھیک بھی ملتی نہیں اُنھیں
تھا کل تلک دماغ جنھیں تاج و تخت کا

اب جھمکی اس کی تم نے دیکھی کبھو تو یارو
برسوں تلک اُسی میں پھر دل بھرا رہے گا

بھلا ہو گا کچھ اک احوال اِس سے یا بُرا ہو گا
مآل اپنا ترے غم میں خدا جانے کہ کیا ہو گا

معیشت ہم فقیروں کی سی اخوانِ زماں سے کر
کوئی گالی بھی دے تو کہہ بھلا بھائی بھلا ہو گا

قیامت کر کے اب تعبیر جس کو کرتی ہے خلقت
وہ اس کوچے میں اک آشوب سا شاید ہوا ہو گا

شہرۂ عالم اُسے یُمن محبّت نے کیا
ورنہ مجنوں ایک خاک افتادۂ ویرانہ تھا

شب فروغ بزم کا باعث ہوا تھا حسن دوست
شمع کا جلوہ غبار دیدۂ پروانہ تھا

کن نیندوں اب تو سوتی ہے اے چشم گریہ ناک
مژگاں تو کھول ، شہر کو سیلاب لے گیا

Marfat.com

کہیے گا اُس سے قصّۂ مجنوں　　یعنی پردے میں غم سنائیے گا

یک چشمکِ پیالہ ہے ساقی بہارِ عمر　　جھپکی لگی کہ دَور یہ آخر ہی ہو چکا

دیر و حرم سے گذرے اب دل ہے گھر ہمارا　　ہے ختم اس آبلے پر سیر و سفر ہمارا
جوں صبح اب کہاں ہے طولِ سخن کی فرصت　　قصّہ ہی کوئی دم کو ہے مختصر ہمارا

غم رہا جب تک کہ دم میں دم رہا　　دم کے جانے کا نہایت غم رہا
دل نہ پہنچا گوشۂ داماں تلک　　قطرۂ خوں تھا مژہ پر جم رہا
زلفیں کھولے تو تو ٹک آیا نظر　　عمر بھر یاں کامِ دل برہم رہا

مجلسِ آفاق میں پروانہ ساں　　میرؔ بھی شام اپنی سحر کر گیا

یا قافلہ در قافلہ ان رستوں میں تھے لوگ　　یا ایسے گئے یاں سے کہ پھر کھوج نہ پایا

سرسری تم جہان سے گذرے　　ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا
دل کی کچھ قدر کرتے رہیو تم　　یہ ہمارا بھی نازپرور تھا

Marfat.com

اب خرابہ ہوا جہان آباد　　ورنہ ہر اک قدم پہ یاں گھر تھا

خوش رہا جب تلک رہا جیتا
میرؔ معلوم ہے قلندر تھا

مشکل بہت ہے ہم سا پھر کوئی ہاتھ آنا　　یوں مارنا تو پیارے آسان ہے ہمارا

کرتا ہے کام وہ دل جو عقل میں نہ آوے　　گھر کا مشیر کتنا نادان ہے ہمارا

بنجر زمین دل کی ہے میرؔ ملک اپنی
پُر داغ سینہ، مُہرِ فرمان ہے ہمارا

آدمِ خاکی سے عالم کو جِلا ہے ورنہ　　آئینہ تھا یہ مگر قابلِ دیدار نہ تھا

صد گلستاں تہِ یک بال تھے اس کے جب تک　　طائرِ جاں قفسِ تن کا گرفتار نہ تھا

پائے پُر آبلہ سے میں گم شدہ گیا ہوں　　ہر خار بادیے کا میرا [illegible]

حسرت اس کی جگہ تھی خوابیدہ　　میرؔ کا کھول کر کفن دیکھا

Marfat.com

جس صید گاہ عشق میں یاروں کا جی گیا مرگ اس شکار گہ میں شکارِ رمیدہ تھا

کہاں آتے میسر تجھ سے مجھ کو خود نما اتنے ہوا یوں اتفاق آئینہ میرے روبرو ٹوٹا

گر زمزمہ یہی ہے کوئی دن تو ہم صفیر اس فصل ہی میں ہم کو گرفتار دیکھنا

گئی تسبیح اس کی نزع میں کب میرؔ کے دل سے اسی کے نام کی سمرن تھی جب منکا ڈھلکتا تھا

عاشق ہیں ہم تو میرؔ کے بھی ضبط عشق کے دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

یاں بلبل اور گل پہ تو عبرت سے آنکھ کھول گلگشت سرسری نہیں اس گلستان کا
گل یادگار چہرۂ خوباں ہے بے خبر مرغ چمن نشاں ہے کسو خوش زبان کا

مغاں مجھ مست بن پھر خندۂ قلقل نہ ہووے گا
مئے گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لے لے کے رووے گا

خدا کو کام تو سونپے ہیں میں نے سب لیکن رہے ہے خوف مجھے واں کی بے نیازی کا

Marfat.com

کسو کی بات نے آگے مرے نہ پایا رنگ
دلوں میں نقش ہے میر کی سخن طرازی کا

آہِ سحر نے سوزشِ دل کو مٹا دیا
اس باؤ نے ہمیں تو دیا سا بجھا دیا

پوشیدہ راز عشق چلا جائے تھا جو آج
بے طاقتی نے دل کی وہ پردہ اٹھا دیا

سب شور ما و من کو لیے سر میں مر گئے
یاروں کو اس فسانے نے آخر سلا دیا

آوارگانِ عشق کا پوچھا جو میں نشاں
مشتِ غبار لے کے صبا نے اڑا دیا

مدت رہے گی یاد ترے چہرے کی جھلک
جلوے کو جس نے ماہ کے دل سے بھلا دیا

رویا کیے ہیں غم سے ترے ہم تمام شب
پڑتی رہی ہے اوس سی شبنم تمام شب

ق

شکوہ عبث ہے میر کہ کڑھتے ہیں سارے دن
یا دل کا حال رہتا ہے درہم تمام شب

گذرا کسے جہاں میں خوشی سے تمام روز
کس کی کٹی زمانے میں بے غم تمام شب

کس کی مسجد کیسے میخانے کہاں کے شیخ و شاب
[illegible]

موند رکھنا چشم کا ہستی میں عینِ دید ہے
[illegible]

تو ہوا اور دنیا ہو ساقی میں ہوں مستی ہو مدام
[illegible]

مت ڈھلک مژگاں سے اب تو اے سرشکِ آبدار
[illegible]

کچھ نہیں بحر جہاں کی موج پر مت بھول میر
دور سے [illegible]

Marfat.com

اس لیے عشق میں نے چھوڑا تھا ؟   تو بھی کہنے لگا بُرا، کیا خوب !
میرؔ شاعر بھی زور کوئی تھا   دیکھتے ہو نہ بات کا اسلوب

مکھڑے سے اٹھائیں ان نے زلفیں   جانا بھی نہ ہم کدھر گئی رات
تو پاس نہیں ہوا تو روتے   رہ رہ گئی ہے پہر پہر رات

ہر جنس کے خواہاں ملے بازار جہاں میں   لیکن نہ ملا کوئی خریدار محبّت
بیکار نہ رہ عشق میں تو رونے سے ہرگز   یہ گریہ ہی ہے آبِ رخِ کارِ محبّت
مجھ سا ہی ہو مجنوں بھی یہ کب مانے ہے عاقل   ہر سر نہیں اے میرؔ سزاوار محبّت

دل خراشی و جگر چاکی و خوں آشامی   ہوں تو ناکام پہ رہتے ہیں مجھے کام بہت
پھر نہ آئے جو ہوئے خاک میں جا آسودہ   غالباً زیرِ زمیں میرؔ ہے آرام بہت

نکتہ دانانِ رفتہ کی نہ کہو   بات وہ ہے جو ہووے اب کی بات
ظلم ہے، قہر ہے، قیامت ہے   غصّے میں اس کے زیرِ لب کی بات
کہتے ہیں آگے تھا بتوں میں رحم   ہے خدا جانیے یہ کب کی بات

Marfat.com

واشُد ہوئی نہ دل کو فقیروں کے بھی ملے — کھلتی نہیں گرہ یہ کسو کی دعا سے آج
ساقی ٹک ایک موسم گل کی طرف بھی دیکھ — ٹپکا پڑے ہے رنگ چمن میں ہوا سے آج

چشم ہو تو آئینہ خانہ ہے دہر — منھ نظر آتا ہے دیواروں کے بیچ

حال گلزار زمانہ کا ہے جیسے کہ شفق — رنگ کچھ اور ہی ہو جائے ہے اک آن کے بیچ
تاک کی چھانوں میں جوں مست پڑے سوتے ہوں — اُنڑتی ہیں نگہیں سایۂ مژگان کے بیچ

زندگی کس کے بھروسے پہ محبت میں کروں — اک دل غم زدہ ہے سو بھی ہے آفات کے بیچ
بے مئے و مغبچہ اک دم نہ رہا تھا کہ رہا — اب تلک میرؔ کا تکیہ ہے خرابات کے بیچ

نالے میں اپنے پنہاں میں بھی ہوں ساتھ تیرے — شاہد ہے گرد محمل، شور درا ہے شاہد

ہم امید وفا پہ تیری ہوئے — غنچۂ دیر چیدہ کے مانند
سر اٹھاتے ہی ہوگئے پامال — سبزۂ نو دمیدہ کے مانند
ہم گرفتار حال ہیں اپنے — طائر پر بریدہ کے مانند

Marfat.com

میرے سنگ مزار پر فرہاد — رکھ کے تیشہ کہے ہے یا استاد
خاک بھی سر پہ ڈالنے کو نہیں — کس خرابے میں ہم ہوئے آباد
خوب ہے خاک سے بزرگوں کی — چاہنا تو مرے تئیں امداد
ق
پر مروّت کہاں کی ہے اے میرؔ — تو ہی مجھ دل جلے کو کر ارشاد
نامرادی ہو جس پہ پروانہ
وہ جلاتا پھرے چراغِ مراد

گل پژ مردہ کا نہیں ممنون — ہم اسیروں کا گوشۂ دستار
سیکڑوں حرف ہیں گرہ دل میں — پر کہاں پائیے لب اظہار
میرؔ صاحب زمانہ نازک ہے — دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار

دل وہ نگر نہیں کہ پھر آباد ہو سکے — پچھتاؤگے سنو ہو یہ بستی اجاڑ کر

جاتا ہے آسماں لیے کوچے سے یار کے — آتا ہے جی بھرا در و دیوار دیکھ کر
جی میں تھا اس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میرؔ — پر جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھ کر

نہ ملیں گو کہ ہجر میں مر جائیں — عاشقوں کا وصال ہے کچھ اور

Marfat.com

اوّلِ کارِ محبت تو بہت سہل ہے میر
جی سے جاتا ہے ولے صبر و قرار آخر کار

دل سے میرے شکستیں ابھی ہیں
سنگ باراں ہے آبگینے پر

چاک سینے سے کھل گئے ٹانکے
کیا رفو کم ہوا ہے سینے پر

مرگ اک ماندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

دل پہ کب اکتفا کرے ہے عشق
جائے گا جان بھی یہ غم لے کر

یاں جہاں میں کہ شہرِ کوراں ہے
سات پردے ہیں چشم بینا پر

فرصتِ عیش اپنی یوں گذری
کہ مصیبت پڑی تمنا پر

میر کیا بات اس کے ہونٹوں کی
جینا دوبھر ہوا مسیحا پر

وے لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیے
پیدا کیے تھے [illegible] پہچان کر

ہم [illegible] ہیں جن کے خوں سے تری راہ سب ہے گل
[illegible]ت کر خراب ہم تو ادھر [illegible]وں میں مان کر

حاصل بجز کدورت اس خاکداں میں کیا ہے
خوش وہ کہ اٹھ گئے ہیں داماں جھٹک جھٹک کر

Marfat.com

عمر گذری دوائیں کرتے میرؔ　　درد دل کا ہوا نہ چارہ ہنوز

اشک کی لغزشِ مستانہ پہ مت کیجیو نظر　　دامنِ دیدۂ گریاں ہے مرا پاک ہنوز

آ رہا ہے جی مرا آنکھوں میں اک پل اور ہوں
پر نہیں جاتا کسی کے دیکھنے کا غم ہنوز

حرماں تو دیکھ، پھول بکھیرے تھی کل صبا　　اک برگ گل گرا نہ جہاں تھا مرا قفس

کیونکے نکلا جائے بحرِ غم سے مجھ بیدل کے پاس
آ کے ڈوبی جاتی ہے کشتی مری ساحل کے پاس

مر گیا میں، ملا نہ یار افسوس　　آہ افسوس، صد ہزار افسوس
یوں گنواتا ہے دل کوئی مجھ کو　　یہی آتا ہے بار بار افسوس
رخصتِ سیر باغ تک نہ ہوئی　　یوہیں جاتی رہی بہار افسوس

جمشید جس نے وضع کیا جام کیا ہوا　　وے صحبتیں کہاں گئیں کیدھر وہ ناؤ نوش

Marfat.com

جز لالہ اس کے جام سے پاتے نہیں نشاں — ہے کوکنار اس کی جگہ اب سبو بدوش
جھومے ہے بید جاے جوانانِ میگسار — بالاے خم ہے خشتِ سرِ دپیرِ میفروش

محبّت نے شاید کہ دی دل کو آگ — دھواں سا ہے کچھ اس نگر کی طرف
بہت رنگ ملتا ہے، دیکھو کبھو — ہماری طرف سے سحر کی طرف

مانندِ طیرِ نوپر، اٹھے جہاں، گئے ہم — دشوار ہے ہمارا آنا پھر آشیاں تک

مدت ہوئی گھٹ گھٹ کے ہمیں شہر میں مرتے — واقف نہ ہوا کوئی اس اسرار سے اب تک
دیکھا تھا کہیں سایہ ترے قد کا چمن میں — ہیں میر جی آوارہ پری دار سے اب تک

کچھ ہواے مرغِ چمن لطف نہ جاوے اس سے — نوحہ یا نالہ ہر اک بات کا انداز ہے ایک
ناتوانی سے نہیں بال فشانی کا دماغ — ورنہ تا باغ قفس سے مری پرواز [illegible]
گوش کو ہوش کے ٹک کھول کے سن شورِ جہاں — سب کی آواز کے [illegible] ہے ایک
چاہے جس شکل سے تمثال صفت اس میں در آ — عالم آئینے کے مانند در باز ہے ایک

دور اب بیٹھتے ہیں مجلس میں — ہم جو تم سے تھے بیشتر نزدیک

Marfat.com

دور پھرنے کا ہم سے وقت گیا پوچھ کچھ حال بیٹھ کر نزدیک
مر بھی رہ میرؔ شب بہت رویا ہے مری جان اب سحر نزدیک

بجھ گئے ہم چراغ سے باہر کہیو اے باد، شمع محفل تک
نہ گیا میرؔ اپنی کشتی سے ایک بھی تختہ پارہ ساحل تک

بن جو کچھ بن سکے جوانی میں رات تو تھوڑی ہے بہت ہے سانگ
میرؔ بندوں سے کام کب نکلا مانگنا ہے جو کچھ خدا سے مانگ

آئی بہار و گلشن گل سے بھرا ہے لیکن ہر گوشہ چمن میں خالی ہے جائے بلبل

مشکل ہے مٹ گئے ہوئے نقشوں کی پھر نمود
جو صورتیں بگڑ گئیں ان کا نہ کر خیال

کس کو دماغ شعر و سخن ضعف میں کہ میرؔ
اپنا رہے ہے اب تو ہمیں بیشتر خیال

Marfat.com

کیوں نہ دیکھوں چمن کو حسرت سے
آشیاں تھا مرا بھی یاں پر سال

آج آوارہ ہوا اے بال اسیران قفس
یہ گل و باغ و خیابان نہ ہوویں گے کل

وعدۂ وصل رہا ہے شب آیندہ پہ میرؔ
بخت خوابیدہ جو ٹک جاگتے سوویں گے کل

اس جستجو میں اور خرابی تو کیا کہیں
اتنی نہیں ہوئی ہے صبا در بدر کہ ہم

اس بزم خوش کے محرم نا آشنا ہیں سارے
کس کو کہوں کہ واں تک میری خبر کرو تم

ہے پیچ دار از بس راہ وصال ہجراں
ان دو ہی منزلوں میں برسوں سفر کرو تم

جاؤ نہ دل سے منظرِ تن میں ہے جا یہی
پچھتاؤ گے اٹھو گے اگر اس مکاں سے تم

جتنے تھے کل تم آج نہیں پاتے اتنا ہم
ہر دم چلے ہی جاتے ہو آب رواں سے تم

نہ پھر رکھیں گے تیری رہ میں پا ہم
گئے گذرے ہیں آخر ایسے کیا ہم

مرض ہی عشق کا بے ڈول ہے کچھ
بہت کرتے ہیں اپنی سی دوا ہم

کہیں پیوند ہوں یارب زمیں کے
پھریں گے اس سے یوں کب تک جدا ہم

Marfat.com

کب آگے کوئی مرتا تھا کسی پر جہاں میں کرگئے رسم وفا ہم
تعارف کیا رہا اہل چمن سے ہوئے اک عمر کے پیچھے رہا ہم
موا جس کے لیے اس کو نہ دیکھا
نہ سمجھے میرؔ کا کچھ مدّعا ہم

گرچہ آوارہ جوں صبا ہیں ہم لیک لگ چلنے میں بلا ہیں ہم
اے بتاں اس قدر جفا ہم پر عاقبت بندۂ خدا ہیں ہم
کوئی خواہاں نہیں ہمارا میرؔ
گوئیا جنس ناروا ہیں ہم

گیا جہان سے خورشید ساں اگرچہ میرؔ
ولیک مجلس دنیا میں اس کی جا ہے گرم

کرتے ہیں گفتگو سحر اٹھ کر صبا سے ہم لڑنے لگے ہیں ہجر میں اس کے ہوا سے ہم

بے کلی بے خودی کچھ آج نہیں ایک مدت سے وہ مزاج نہیں
درد اگر یہ ہے تو مجھے بس ہے اب دوا کی کچھ احتیاج نہیں

Marfat.com

ہم نے اپنی سی کی بہت لیکن　　مرض عشق کا علاج نہیں

شہر خوبی کو خوب دیکھا میرؔ
جنس دل کا کہیں رواج نہیں

از خویش رفتہ ہر دم فکر وصال میں ہوں　　کتنا میں کھویا جاؤں یارب کہ تجھ کو پاؤں
آسودگی تو معلوم اے میرؔ جیتے جی یاں　　آرام تب ہی پاؤں جب جی سے ہاتھ اٹھاؤں

اس طرح دل گیا کہ اب تک ہم　　بیٹھے روتے ہیں ہاتھ ملتے ہیں
بھری آتی ہیں آج یوں آنکھیں　　جیسے دریا کہیں اُبلتے ہیں
دم آخر ہے، بیٹھ جا، مت جا　　صبر کر ٹک، کہ ہم بھی چلتے ہیں
تیرے بے خود جو ہیں سو کیا چیتیں　　ایسے ڈوبے کہیں اچھلتے ہیں
فتنہ در سر، بتانِ حشر خرام　　ہائے رے کس ٹھسک سے چلتے ہیں

میرؔ صاحب کو دیکھیے جو بنے
اب بہت گھر سے کم نکلتے ہیں

دیں عمر خضر موسم پیری میں تو نہ لے　　مرنا ہی اس سے خوب ہے عہد شباب میں

Marfat.com

آوازہ ہی جہاں میں ہمارا سنا کرو — عنقا کے طور زیست ہے اپنی بنام یاں
ناکام رہنے ہی کا تمھیں غم ہے آج میرؔ — بہتوں کے کام ہو گئے ہیں کل تمام یاں

نہ گیا خیال زلفِ سیہِ جفا شعاراں — نہ ہوا کہ صبح ہووے شبِ تیرہ روزگاراں
ہوئی عید سب نے پہنے طرب و خوشی کے جامے — نہ ہوا کہ ہم بھی بدلیں یہ لباس سوگواراں
تو جہاں سے دل اٹھایاں نہیں رسم دردمندی — کسی نے بھی یوں نہ پوچھا ہوئے خاک یاں ہزاراں

یہ سنا تھا میرؔ ہم نے کہ فسانہ خواب زا ہے
تری سرگذشت سن کر گئے اور خواب یاراں

مسل روتے ہی رہیے تو بجھے آتش دل — ایک دو اشک تو اور آگ لگا جاتے ہیں
وقت خوش ان کا جو ہم بزم ہیں تیرے، ہم تو — در و دیوار کو احوال سنا جاتے ہیں
جائے گی طاقت پا آہ تو کیا کریے گا — اب تو ہم حال کبھو تم کو دکھا جاتے ہیں
ایک بیمار جدائی ہوں میں آپھی تس پر — پوچھنے والے جدا جان کو کھا جاتے ہیں

کہیو قاصد جو وہ پوچھے ہمیں کیا کرتے ہیں — جان و ایمان و محبت کو دعا کرتے ہیں
اس کے کوچے میں نہ کر شور قیامت کا ذکر — شیخ یاں ایسے تو ہنگامے ہوا کرتے ہیں
رخصت جنبش لب عشق کی حیرت سے نہیں — مدتیں گذریں کہ ہم چپ ہی رہا کرتے ہیں

Marfat.com

تو پری شیشے سے نازک ہے نہ کر دعوی مہر   چھاتی پتھر ہے انھوں کی جو وفا کرتے ہیں

فرصت خواب نہیں ذکر بتاں میں ہم کو   رات دن رام کہانی سی کہا کرتے ہیں

یہ زمانہ نہیں ایسا کہ کوئی زیست کرے   چاہتے ہیں جو برا اپنا بھلا کرتے ہیں

تجھ بن اس جان مصیبت زدہ غم دیدہ پہ ہم   کچھ نہیں کرتے تو افسوس کیا کرتے ہیں

کیا کہیں میر جی ہم تم سے معاش اپنی غرض
غم کو کھایا کریں ہیں لوہو پیا کرتے ہیں

ہم چشم ہے ہر آبلۂ پا کا مرا اشک   ازبس کہ تری راہ میں آنکھوں سے چلا ہوں

گو طاقت و آرام و خور و خواب گئے سب   بارے یہ غنیمت ہے کہ جیتا تو رہا ہوں

تب گرم سخن کہنے لگا ہوں میں کہ اک عمر   جوں شمع سرِ شام سے تا صبح جلا ہوں

سینہ تو کیا فضل الٰہی سے سبھی چاک
ہے وقت دعا میر کہ اب دل کو لگا ہوں

اس میکدے میں ہم بھی مدت سے ہیں ولیکن
خمیازہ کھینچتے ہیں ہر دم جماہتے ہیں
ناموس دوستی سے گردن بندھی ہے اپنی
جیتے ہیں جب تلک ہم تب تک نباہتے ہیں

Marfat.com

سہل اس قدر نہیں ہے مشکل پسندی میری
جو تجھ کو دیکھتے ہیں مجھ کو سراہتے ہیں
دے دن گئے کہ راتیں نالوں سے کاٹتے تھے
بے ڈول میر صاحب اب کچھ کراہتے ہیں

ہوائے میکدہ یہ ہے تو فوتِ وقت ہے ظلم — نماز چھوڑ دیں اب کوئی دن گناہ کریں
اگرچہ سہل ہیں پر دیدنی ہیں ہم بھی میرؔ — ادھر کو یار تامّل سے گر نگاہ کریں

راضی ہوں گو کہ بعد از صد سال و ماہ دیکھوں
اکثر نہیں تو تجھ کو میں گاہ گاہ دیکھوں
جی انتظار کش ہے آنکھوں میں رہ گذر پر
آجا نظر کہ کب تک میں تیری راہ دیکھوں
یہ دل وہ جا ہے جس میں دیکھا تھا تجھ کو بستے
کن آنکھوں سے اب اجڑا اس گھر کو آہ دیکھوں
چشم و دل و جگر یہ سارے ہوئے پریشاں
کس کس کی تیرے غم میں حالت تباہ دیکھوں

Marfat.com

آنکھیں تو تو نے دی ہیں اے جرم بخش عالم
کیا تیری رحمت آگے اپنے گناہ دیکھوں

اب کس کس اپنی خواہش مردہ کو روئیے
تھیں ہم کو اس سے سیکڑوں امیدواریاں
پڑھتے پھریں گے گلیوں میں ان ریختوں کو لوگ
مدت رہیں گی یاد یہ باتیں ہماریاں
گل نے ہزار رنگ سخن سر کیا دلے
دل سے گئیں نہ باتیں تری پیاری پیاریاں
بچ جاتا ایک رات جو کٹ جاتی اور میرؔ
کاٹیں تھیں کوہ کن نے بہت راتیں بھاریاں

آسودہ کیونکہ ہوں میں کہ مانند گرد باد
آوارگی تمام ہے میری سرشت میں

درد و اندوہ میں ٹھہرا جو رہا میں ہی ہوں
رنگ رو جس کے کبھی منہ نہ چڑھا میں ہی ہوں

Marfat.com

لطف آنے کا ہے کیا، بس نہیں اب تاب جفا
اتنا عالم ہے بھرا جاؤ نہ کیا میں ہی ہوں
کاسۂ سر کو لیے مانگتا دیدار پھرے
میرؔ وہ جان سے بیزار گدا میں ہی ہوں

غم کھینچنے کو کچھ تو توانائی چاہیے — سو یاں نہ دل میں تاب نہ طاقت ہے جان میں
غافل نہ رہیو ہم سے کہ ہم وے نہیں رہے — ہوتا ہے اب تو حال عجب ایک آن میں
وے دن گئے کہ آتش غم دل میں تھی نہاں — سوزش رہے ہے اب تو ہر اک استخوان میں
دل نذر و دیدہ پیشکش اے باعث حیات — سچ کہہ کہ دل لگے ہے ترا کس مکان میں
پھاڑا ہزار جا سے گریبان صبر میرؔ
کیا کہہ گئی نسیم سحر گل کے کان میں

زباں رکھ غنچہ ساں اپنے دہن میں — بندھی مٹھی چلا جا اس چمن میں
رکھا کر ہاتھ دل پر آہ کریے — نہیں رہتا چراغ ایسی پون میں
نہ تجھ بن ہوش میں ہم آئے ساقی — مسافر ہی رہے اکثر وطن میں
خرد مندی ہوئی زنجیر ورنہ — گذرتی خوب تھی دیوانہ پن میں
گداز عشق میں بہہ بھی گیا میرؔ — یہی دھوکا سا ہے اب پیرہن میں

Marfat.com

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

کریے تو گلہ کس سے جیسی تھی ہمیں خواہش
اب ویسے ہی یہ اپنے ارمان نکلتے ہیں

سو کاہے کو، اپنی تو جوگی کی سی پھیری ہے
برسوں میں کبھو ایدھر ہم آن نکلتے ہیں

کوئی نہیں جہاں میں جو اندوہگیں نہیں
اس غم کدے میں آہ دل خوش کہیں نہیں

مرنے سے تم ہمارے خاطر نچنت رکھیو
اس کام کا بھی ہم کچھ اسلوب کر چلے ہیں

ہنگامہ قیامت تازہ نہیں جو ہوگا
ہم اس طرح کے کتنے آشوب کر چلے ہیں

دیکھی ہو جس نے صورت دلکش وہ ایک آن
پھر صبر اس سے ہو سکے امکاں میں نہیں

کیا تجھ کو بھی جنوں تھا کہ جامے میں تیرے میر
سب کچھ بچا ہے ایک گریباں میں نہیں

ہم آپ ہی کو اپنا مقصود جانتے ہیں
اپنے سوائے کس کو موجود جانتے ہیں

عجز و نیاز اپنا اپنی طرف ہے سارا
اس مشت خاک کو ہم مسجود جانتے ہیں

صورت پذیر ہم بن ہرگز نہیں وے معنی
اہل نظر ہمیں کو معبود جانتے ہیں

عشق ان کی عقل کو ہے جو ماسوا ہمارے
ناچیز جانتے ہیں نابود جانتے ہیں

اپنی ہی سیر کرنے ہم جلوہ گر ہوئے تھے
اس رمز کو ولیکن معدود جانتے ہیں

Marfat.com

یارب کسے ہے نامہ ہر غنچہ اس چمن کا — راہ وفا کو ہم تو مسدود جانتے ہیں
مر کر بھی ہاتھ آوے تو میرؔ مفت ہے وہ — جی کے زیان کو بھی ہم سود جانتے ہیں

چاہے ہے آج ہوں میں ہفت آسماں کے اوپر — دل کے مزاج میں بھی کتنی شتابیاں ہیں

چلا نہ اُٹھ کے وہیں چپکے چپکے پھر تو میرؔ — ابھی تو اس کی گلی سے پکار لایا ہوں

شہاں کہ کحلِ جواہر تھی خاک پا جن کی — انھیں کی آنکھوں میں پھرتی سلائیاں دیکھیں

ہفت اقلیم ہر گلی ہے کہیں — دلّی سے بھی دیار ہوتے ہیں

گفتگو ناقصوں سے ہے ورنہ — میرؔ جی بھی کمال رکھتے ہیں

جنوں تیری منّت ہے مجھ پر کہ تونے — نہ رکھا مرے سر پہ بار گریباں
کہیں جائے یہ دَورِ دامن بھی جلدی — کہ آخر ہوا روزگارِ گریباں

بارہا وعدوں کی راتیں آئیاں — طالعوں نے صبح کر دکھلائیاں

Marfat.com

ایک چشمک بھی نہ اُس مہ کی سی کی — آنکھیں تاروں نے بہت جھپکائیاں
ایک نے صورت نہ پکڑی پیشِ یار — دل نے شکلیں سینکڑوں ٹھہرائیاں
شوق قامت میں ترے اے نونہال — گل کی شاخیں لیتی ہیں انگڑائیاں

میں کون ہوں اے ہم نفساں سوختہ جاں ہوں — اک آگ مرے دل میں ہے جو شعلہ فشاں ہوں
لایا ہے مرا شوق مجھے پردے سے باہر — میں ورنہ وہی خلوتیِ رازِ نہاں ہوں
جلوہ ہے مجھی سے لب دریائے سخن پر — صد رنگ مری موج ہے میں طبع رواں ہوں
پنجہ ہے مرا پنجۂ خورشید میں ہر صبح — میں شانہ صفت سایہ رَوِ زلف بتاں ہوں
دیکھا ہے مجھے جن نے سو دیوانہ ہے میرا — میں باعث آشفتگی طبع جہاں ہوں
تکلیف نہ کر آہ مجھے جنبش لب کی — میں صد سخن آغشتہ بخوں زیر زباں ہوں
ہوں زرد غم تازہ نہالان چمن سے — اس باغ خزاں دیدہ میں میں برگ خزاں ہوں
رکھتی ہے مجھے خواہش دل بسکہ پریشاں — در پے نہ ہو اس وقت خدا جانے کہاں ہوں
اک وہم نہیں بیش مری ہستی موہوم — اس پر بھی تری خاطر نازک پہ گراں ہوں

خوش باشی و تنزیہ و تقدس تھے مجھے میرؔ
اسباب پڑے یوں کہ کئی روز سے یاں ہوں

جو بے اختیاری یہی ہے تو قاصد — ہمیں آکے اس کے قدم دیکھتے ہیں

Marfat.com

وفا پیشگی قیس تک تھی بھی کچھ کچھ — اب اس طور کے لوگ کم دیکھتے ہیں

مثال سایہ محبت میں جال اپنا ہوں — تمھارے ساتھ گرفتار حال اپنا ہوں
اگرچہ نشہ ہوں سب میں خم جہاں میں لیک — برنگِ مے عرقِ انفعال اپنا ہوں
مری نمود نے مجھ کو کیا برابر خاک — میں نقش پا کی طرح پایمال اپنا ہوں
بلا ہوئی ہے مری گو کہ طبع روشن میرؔ
ہوں آفتاب ولیکن زوال اپنا ہوں

کھودیں ہیں نیند میری مصیبت بیانیاں — تم بھی تو ایک رات سنو یہ کہانیاں
یہ بے قراریاں نہ کبھو اُن نے دیکھیاں — جاں کاہیاں ہماری بہت سہل جانیاں
مارا مجھے بھی سان کے غیروں میں اُن نے میرؔ
کیا خاک میں ملائیں مری جاں فشانیاں

ایک دم پر ہے بنا تیری سو آیا کہ نہیں — وہ کچھ اس زندگی میں کر کہ تجھے یاد کریں
کعبہ ہوتا ہے دوانوں کا مری گور سے دشت — تجھ سے دو اور گڑیں یاں تو سب آباد کریں

Marfat.com

شکوہ کروں ہوں بخت کا اتنے غضب نہ ہو بتاں
مجھ کو خدا نخواستہ تم سے تو کچھ گلا نہیں
ایک فقط ہے سادگی تس پہ بلائے جاں ہے تو
عشوہ کرشمہ کچھ نہیں ، ناز نہیں ، ادا نہیں
نازِ بتاں اُٹھا چکا دیر کو میرؔ ترک کر
کعبے میں جا کے رہ میاں تیرے مگر خدا نہیں؟

خوبروسب کی جان ہوتے ہیں — آرزوے جہان ہوتے ہیں
گوشِ دیوار تک تو جا نالے — اس میں گل کو بھی کان ہوتے ہیں
کبھو آتے ہیں آپ میں تجھ بن — گھر میں ہم میہمان ہوتے ہیں
غمزۂ چشم خوش قدانِ زمین — فتنۂ آسمان ہوتے ہیں

جنوں میرے کی باتیں دشت اور گلشن میں جب چلیاں
نہ چوب گل نے دم مارا نہ چھیڑا [illegible]
دوانہ ہو گیا تو میرؔ آخر ریختہ کہہ کہہ
نہ کہتا تھا میں اے ظالم کہ یہ باتیں نہیں بنیاں

Marfat.com

ایسے محروم گئے ہم تو گرفتار چمن
کہ موئے قید میں دیوار بدیوار چمن

وے گنہ گار ہمیں ہیں کہ جنھیں کہتے ہیں
عاشق زار چمن مرغ گرفتار چمن

بزم میں جو ترا ظہور نہیں
شمع روشن کے منہ پہ نور نہیں

کتنی باتیں بنا کے لاؤں لیک
یاد رہتی ترے حضور نہیں

فکر مت کر ہمارے جینے کا
ق تیرے نزدیک کچھ یہ دور نہیں

پھر جئیں گے جو تجھ سا ہے جاں بخش
ایسا جینا ہمیں ضرور نہیں

عام ہے یار کی تجلّی میرؔ
خاصِ موسیٰ و کوہ طور نہیں

ہر نقش پا ہے شوخ ترا رشک یاسمن
کم گوشہ چمن سے ترا رہ گذر نہیں

آتا ہی تیرے کوچے میں ہوتا جو میرؔ یاں
کیا جانیے کدھر کو گیا کچھ خبر نہیں

سمجھ کر ذکر کر آسودگی کا مجھ سے اے ناصح
وہ میں ہی ہوں کہ جس کو عافیت بیزار کہتے ہیں

عجب ہوتے ہیں شاعر بھی میں اس فرقے کا عاشق ہوں
کہ بے دھڑکے بھری مجلس میں یہ اسرار کہتے ہیں

Marfat.com

شیخ عزلت تو تہ خاک بھی پہنچے گی بہم
مفت ہے سیر کہ یہ عالم ایجاد نہیں

کیا کہوں میرؔ فراموش کیا اُن نے تجھے
میں تو تقریب بھی کی، پر تو اُسے یاد نہیں

آ جائیں ہم نظر جو کوئی دم بہت ہے یاں
مہلت ہمیں بسانِ شرر کم بہت ہے یاں

یک لحظہ سینہ کوبی سے فرصت ہمیں نہیں
یعنی کہ دل کے جانے کا ماتم بہت ہے یاں

حاصل ہے کیا سوائے ترائی کے دہر میں
اٹھ آسماں تلے سے کہ شبنم بہت ہے یاں

ہم رہ روانِ راہِ فنا دیر رہ چکے
وقفہ بسانِ صبح کوئی دم بہت ہے یاں

اس بت کدے میں معنی کا کس سے کریں سوال
آدم نہیں ہے صورت آدم بہت ہے یاں

عالم میں لوگ ملنے کی گوں اب نہیں رہے
ہر چند ایسا ویسا تو عالم بہت ہے یاں

اعجاز عیسوی سے نہیں بحث عشق میں
تیری ہی بات جانِ مجسم بہت ہے یاں

گئی عمر میری ساری جیسے شمع باؤ کے بیچ
یہی رونا جلنا گھلنا [illegible]

سنا ہے سے باغ سے کچھ اٹھتے ہیں نسیم
مرغِ چمن نے خوب تھا ہے فغاں کے تئیں

Marfat.com

دن نہیں رات نہیں صبح نہیں شام نہیں　　وقت ملنے کا مگر داخلِ ایّام نہیں

ہے امرِ سہل چاہت لیکن نباہ مشکل　　پتھر کرے جگر کو تب تو کرے وفائیں

آرزوئیں ہزار رکھتے ہیں　　تو بھی ہم دل کو مار رکھتے ہیں
نہ نگہ نے پیام نے وعدہ　　نام کو ہم بھی یار رکھتے ہیں

خدا جانے کہ دنیا میں ملیں اس سے کہ عقبیٰ میں　　مکاں تو میرؔ صاحب شہرۂ عالم ہیں یہ دونوں

تن کے معمورے میں یہی دل و چشم　　گھر تھے دو، سو خراب ہیں دونوں
ایک سب آگ ایک سب پانی　　دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں
آگے دریا تھے دیدۂ ترِ میرؔ　　اب جو دیکھو سراب ہیں دونوں

گئے ناواقف شادی اگر ہم بزم عشرت میں　　دہانِ زخم دل سمجھے جو دیکھا روے خنداں کو
کوئی کانٹا سرِ رہ کا ہماری خاک پر بس ہے　　گل گلزار کیا درکار ہے گورِ غریباں کو
کیا سیر اس خرابے کا بہت اب چل کے سو رہیے　　کسو دیوار کے سائے میں منھ پر لے کے داماں کو

Marfat.com

کیا جانیے اے گوہر مقصد تو کہاں ہے — ہم خاک میں بھی مل گئے لیکن نہ ملا تو

جاویں نثار ہونے کو ہم کس بساط پر — اک نیم جاں رکھیں ہیں سو وہ جب قبول ہو

ناکام اس لیے ہو کہ چاہو ہو سب کچھ آج — تم بھی تو میر صاحب و قبلہ عجول ہو

آہ کس ڈھب سے روئیے کم کم — شوق حد سے زیادہ ہے ہم کو

سادگی دیکھ عشق میں اس کے — خواہش جانِ شاد ہے ہم کو

نامرادانہ زیست کرتا تھا

میر کا طور یاد ہے ہم کو

ہزار مرتبہ بہتر ہے بادشاہی سے — اگر نصیب ترے کوچے کی گدائی ہو

کہیں تو ہیں کہ عبث میر نے دیا جی کو — خدا ہی جانے کہ کیا اس کے جی میں آئی ہو

میرے ہلاک کرنے کا غم ہے عبث تمھیں — تم شاد زندگانی کرو

شاید کہ کام صبح تک اپنا کھنچے نہ میر

احوال آج شام سے درہم بہت ہے یاں

Marfat.com

بے کسانِ عشق اس کے آہ کس کے پاس جائیں　　گور بن کوئی صلا یں لب کو وا کرتا نہیں
چھوٹنا ممکن نہیں اپنا قفس کی قید سے　　مرغ سیر آہنگ کو کوئی رہا کرتا نہیں

لیتے ہیں سانس یوں ہم جوں تار کھینچتے ہیں　　اب دل گرفتگی سے آزار کھینچتے ہیں
منصور کی حقیقت تم نے سنی ہی ہوگی　　حق جو کہے ہے اس کو یاں دار کھینچتے ہیں

کرنا لہ کشی کب تئیں اوقات گذاریں　　فریاد کریں کس سے کہاں جا کے پکاریں
جس جا کہ خس و خار کے اب ڈھیر لگے ہیں　　یاں ہم نے انھیں آنکھوں سے دیکھی ہیں بہاریں
بالیں پہ سر اک عمر سے ہے دست طلب کا　　جو ہے سو گدا، کس کنے جا ہاتھ پساریں

یوں ہی حیران و خفا جوں غنچۂ تصویر ہوں　　عمر گذری پر نہ جانا میں کہ کیوں دلگیر ہوں

کہے ہے کوہ کن، کر فکر میری خستہ حالی میں　　الٰہی شکر کرتا ہوں تری درگاہِ عالی میں
خلاف ان اور خوباں کے سدا یہ جی میں رہتا ہے　　یہی تو میر اک خوبی ہے معشوق خیالی میں

جہاں اب خارزاریں ہوگئی ہیں　　یہاں آگے بہاریں ہوگئی ہیں

Marfat.com

خوش نہ آئی تمھاری چال ہمیں — یوں نہ کرنا تھا پائمال ہمیں

صرف للہ خم کے خم کرتے — نہ کیا چرخ نے کلال ہمیں

کب تلک اس تنگنا میں کھینچیے رنج — یاں سے یارب تو ہی نکال ہمیں

وجہ کیا ہے کہ میر منھ پہ ترے
نظر آتا ہے کچھ ملال ہمیں

نہ کیونکہ شیخ توکل کو اختیار کریں — زمانہ ہووے مساعد تو [illegible]

تمام صید سر تیر جمع ہیں لیکن — نصیب اس کے کہ [illegible]

ہمیں تو نزع میں شرمندہ آکے ان نے کیا — رہا ہے ایک [illegible]

اے چرخ مت حریف اندوہ بے کساں ہو — کیا جانے منھ سے نکلے [illegible]

تا چند کوچہ گردی جیسے صبا زمیں پر — اے آہ صبح گاہی [illegible]

گر ذوق سیر ہے تو آوارہ اس چمن میں — مانند عندلیب [illegible]

از خویش رفتہ ہر دم رہتے ہیں ہم جو اس بن — کہتے ہیں لوگ [illegible]

ہم سایہ اس چمن کے کتنے شکستہ دم ہیں — اٹھتے [illegible]

گرچہ کب دیکھتے ہو پر دیکھو — آرزو ہے کہ تم ادھر دیکھو

Marfat.com

عشق کیا کیا ہمیں دکھاتا ہے — آہ تم بھی تو اک نظر دیکھو
یوں عرق جلوہ گر ہے اس منھ پر — جس طرح اوس پھول پر دیکھو
لطف مجھ میں بھی ہیں ہزاروں میرؔ
دیدنی ہوں جو سوچ کر دیکھو

اے وہ کوئی جو آج پیے ہے شراب عیش — خاطر میں رکھیو کل کے بھی رنج و خمار کو
جیتے جی فکر خوب ہے ورنہ یہ بد بلا — رکھے گا حشر تک تہ و بالا مزار کو
گر ساتھ لے گڑا تو دل مضطرب تو میرؔ — ق آرام ہو چکا ترے مشت غبار کو

عالم ہے شوق کشتہ، خلقت ہے تیری رفتہ — جانوں کی آرزو تو، آنکھوں کا مدّعا تو
کم میری اور آنا، کم آنکھ کا ملانا — کرنے سے یہ ادائیں ہے مدّعا کہ جا تو
کہہ سانجھ کے موئے کو اے میرؔ روئیں کب تک
جیسے چراغ مفلس اک دم میں جل بجھا تو

نالہ مرا اگر سبب شور و شر نہ ہو — پھر مر بھی جائیے تو کسی کو خبر نہ ہو

Marfat.com

ہم سے تو تم کو ضد سی پڑی ہے خواہ نخواہ رُلاتے ہو

آنکھ اٹھا کر جب دیکھیں ہیں اوروں میں ہنستے جاتے ہو

بکھری رہیں ہیں منھ پر زلفیں، آنکھ نہیں کھل سکتی ہے

کیونکہ چھپے میخوارِیِ شب جب ایسے رات کے ماتے ہو

ہو کے گدائے کوے محبّت زور صدا یہ نکالی ہے

اب تو میرجی راتوں کو تم ہر در پر چلّاتے ہو

وہی جانے جو حیا کشتہ وفا رکھتا ہو اور رسوائی کا اندیشہ جدا رکھتا ہو

ہائے اس زخمیِ شمشیر محبّت کا جگر درد کو اپنے جو ناچار چھپا رکھتا ہو

ایسے تو حال کے کہنے سے بھلی خاموشی کہیے اس سے جو کوئی اپنا کہا رکھتا ہو

گل ہو مہتاب ہو آئینہ ہو خورشید ہو میر

اپنا محبوب وہی ہے جو ادا رکھتا ہو

چاہ کا دعوی سب کرتے ہیں مانیے کیوں کر بے آثار

اشک کی سرخی زردی منھ کی عشق کی [illegible] علامت ہو

شور و شغب کو راتوں کے ہمسائے تمھارے کیا روویں

ایسے فتنے کتنے اٹھیں گے میر جی تم جو سلامت ہو

Marfat.com

شیخ جی آؤ مصلیٰ گروِ جام کرو
جنس تقویٰ کے تئیں صرفِ مئے جام کرو

فرشِ مستاں کرو سجّادۂ بے تہ کے تئیں
مے کی تعظیم کرو شیشے کا اکرام کرو

دامن پاک کو آلودہ رکھو بادہ سے
آپ کو مغبچوں کے قابل دشنام کرو

ننگ و ناموس سے اب گذرو جوانوں کی طرح
پرفشانی کرو اور ساقی سے اِبرام کرو

اٹھ کھڑے ہو جو جھکے گردن مینائے شراب
خدمت بادہ گساراں ہی سر انجام کرو

مطرب آکر جو کرے چنگ نوازی تو تم
پیرہن مستوں کی تقلید سے انعام کرو

خشکی اتنی بھی تو لازم نہیں اس موسم میں
پاس جوش گل و دل گرمی ایام کرو

سایۂ گل میں لب جو پہ گلابی رکھو
ہاتھ میں جام کو لو آپ کو بدنام کرو

آہ تا چند رہو خانقہ و مسجد میں
ایک تو صبح گلستان میں بھی شام کرو

رات تو ساری گئی سنتے پریشاں گوئی
میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو

ایسے ہم پیشہ کہاں ہوتے ہیں اے غم زدگاں
مرگ مجنوں پہ پڑھو، ماتم فرہاد کرو

اے اسیران تہ دام نہ تڑپھو اتنا
تا نہ بدنام کہیں چنگل صیاد کرو

گر کہ حیرانی دیدار ہے، اے آہ و سرشک
کوئی روشن کرو آنکھیں کوئی دل شاد کرو

کیا ہوا ہے ابھی تو ہستی ہی کو بھولے ہو
آخر کار محبت کو ٹک اک یاد کرو

اوّل عشق ہی میں میر جی تم رونے لگے
خاک ابھی منہ کو ملو، نالہ و فریاد کرو

Marfat.com

ل صاف ہو تو جلوہ گہ یار کیوں نہ ہو — آئینہ ہو تو قابل دیدار کیوں نہ ہو
یاتِ حق ہیں سارے یہ ذرّات کائنات — انکار تجھ کو ہووے سو اقرار کیوں نہ ہو
ہر دم نئی تازہ مرگ جدائی سے تنگ ہوں — ہونا جو کچھ ہے آہ سو یک بار [illegible]

مجنوں جو دشت گرد تھا ہم شہر گرد ہیں — آوارگی ہماری بھی [illegible]
خالی نہیں بغل کوئی دیوان سے مرے — افسانہ عشق کا ہے [illegible]
حیراں ہیں اس قدر کہ اگر اب کی جائیے — پھر منھ ترا نہ دیکھیے [illegible]

ے جو مستِ بے خودی ہیں عیش کرتے ہیں مدام
میکدے میں دہر کے مشکل [illegible]

جو ہیں نہ ہوں تو کرو ترک ناز کرنے کو — کوئی تو چاہیے [illegible]
جو بے دماغی یہی ہے تو [illegible] — دماغ چاہیے [illegible]
جو آنسو آویں تو پی جا کہ تا رہے پردہ — بلا ہے چشم تر [illegible]

قید حیات قیس کوئی سخت [illegible] — [illegible]
کیا کیا عزیز دوست [illegible] — [illegible]

Marfat.com

ہوش و صبر و خرد و دین و حواس و دل و تاب
اس کے ایک آنے میں کیا کیا نہ گیا مت پوچھو
اشتعالک کی محبّت نے کہ دربست پھُنکا
شہر دل کیا کہوں، کس طور جلا مت پوچھو

کیا پھرے وہ وطن آوارہ، گیا اب سو گیا
دل گم کردہ کی کچھ خیر خبر مت پوچھو
جوں توں کر حال دل اک بار تو میں عرض کیا
میر صاحب جی، بس اب بارِ دگر مت پوچھو

اس کی طرزِ نگاہ مت پوچھو
جی ہی جانے ہے آہ مت پوچھو
کہیں پہنچو گے بے رہی میں بھی
گم رہاں یوں یہ راہ مت پوچھو
تو گرفتار دام زلف اس کا
ہے یہی روسیاہ مت پوچھو
تھا کرم پر اسی کے شرب مدام
میرے اعمال آہ مت پوچھو
تم بھی اے مالکانِ روز جزا
بخش دو اب گناہ مت پوچھو
میرؔ عاشق کو کچھ کہے ہی بنے
خواہ وہ پوچھو، خواہ مت پوچھو

گریۂ شمع کا اے ہم نفساں میں تھا حریف
گزری ہے رات کی صحبت بھی عجب مت پوچھو
سرِ پُر شور سے میرے نہ کرو کوئی سوال
حشر تھا داخل خدّام ادب، مت پوچھو
لب پہ شیون، مژۂ پُرخوں و نگہ میں اک یاس
دن گیا ہجر کا جس ڈھنگ سے شب مت پوچھو

Marfat.com

گذرے ہے شب خیال میں خوباں کے جاگتے
آنکھیں لگا کے اس سے برس ترسوں ہوں خواب کو

کہنے سے میر اور بھی ہوتا ہے مضطرب
سمجھاؤں کب تک اس دل خانہ خراب کو

کیا ہے گر بدنامی و حالت تباہی بھی نہ ہو
عشق کیسا جس میں آتش [illegible]

چاہتا ہے جی کہ ہم تو ایک جا تنہا ملیں
تا نہ بے جا بھی نہ ہو [illegible]

واماندگی نے مارا اثنائے رہ میں ہم کو
معلوم ہے پہنچنا اب کارواں تلک تو

افسانہ غم کا لب تک آیا ہے مدتوں میں
سو جا نہ تو پیارے اس داستاں تلک تو

اے کاش خاک ہی ہم رہتے کہ میر اس میں
ہوتی ہمیں رسائی اس آستاں تلک تو

اک آن گذر جائے تو کہنے میں کچھ آوے
درپیش ہے یاں مرحلہ [illegible]

جو بن ترے دیکھے ہوا دوزخ میں ہے یعنی
رہتی ہے [illegible]

چمن میں دل خراش آواز آتی ہے چلی شاید
[illegible]

تعجب ہے مجھے یہ سرو کو آزاد کہتے ہیں
[illegible]

Marfat.com

ہم ہیں مجروح ماجرا ہے یہ — وہ نمک چھڑکے ہے مزا ہے یہ
آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم — اب جو ہیں خاک انتہا ہے یہ

بودِ آدم نمود شبنم ہے — ایک دو دم میں پھر ہوا ہے یہ
ہے رے بیگانگی کبھو اُن نے — نہ کہا یہ کہ [illegible] ہے یہ

میرؔ کو کیوں نہ مغتنم جانیں
اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ

[illegible]ل مستی کو پہنچے ہے انھیں سے عالم — نشۂ مے بلد، وسنگِ نشاں ہے شیشہ
[illegible] ہو پیدا ہوویں یہ کارگہِ دنیا میں — ق — دل کی صورت کا بھی اے شیشہ گراں ہے شیشہ
[illegible] لاکے کدھر پھرتا ہے بہکا اے مست — ہر طرح کا ہو تو دیکھے ہے کہ یاں ہے شیشہ
دل ہی [illegible] تھے یہ اک وقت میں، جو کر کے گداز — شکل شیشے کی بنائے ہیں، کہاں ہے شیشہ

جھک گیا دیکھ کے میں میرؔ اُسے مجلس میں
چشمِ بد دور، طرح دار جواں ہے شیشہ

[illegible] دل کسو سے یا سب سے تو جدا رہ — پر ہو سکے تو پیارے ٹک دل کا آشنا رہ
گل [illegible] تکلفی میں لطف اِس بدن کا دیکھا — نکلا نہ کر قبا سے، اے گل بس اب ڈھپا رہ

Marfat.com

یہ مشتِ خاک یاں کی چاہے ہے اک تامّل — بن سوچے راہ مت چل، ہر گام پر کھڑا رہ
شاید کہ سربلندی ہووے نصیب تیرے — جوں گردِ راہ سب کے پانو سے تو لگا رہ
جیسے خیالِ مفلس، جاتا ہے سو جگہ تو — مجھ بے نوا کے گھر بھی اک آدھ رات آ رہ
دوڑے بہت ولیکن مطلب کو کون پہنچا — آئندہ تو بھی ہم سا ہو کر شکستہ پا رہ

جب ہوش میں تو آیا، اودھر ہی جاتے پایا
اس سے تو میرؔ چندے اس کوچے ہی میں جا رہ

اب حال اپنا اس کے ہے دل خواہ — کیا پوچھتے ہو الحمد للہ
پیرِ مغاں سے بے اعتقادی؟ — استغفر اللہ، استغفر اللہ
مجرم ہوئے ہم دل دے کے ورنہ — کس کو کسو سے ہوتی نہیں چاہ
ہے ماسوا کیا جو میرؔ کہیے — آگاہ سارے اس سے ہیں آگاہ
جلوے ہیں اس کے شانیں ہیں اس کی — کیا روز کیا خور کیا رات کیا ماہ

ظاہر کہ باطن اوّل کہ آخر
اللہ اللہ - اللہ اللہ

بے تابیوں کو سونپ نہ دینا کہیں مجھے — اے صبر میں نے آن کے لی ہے تری پناہ
ناحق الجھ پڑا ہے یہ مجھ سے طریقِ عشق — جاتا تھا میرؔ میں تو چلا اپنی راہ راہ

Marfat.com

سعی اتنی یہ ضروری ہے اُٹھے بزم سلگ
اے جگر تفتگیِ بے اثرِ پروانہ

کس گنہ کا ہے پس ازمرگ یہ عذر جاں سوز
پانو پر شمع کے پاتے ہیں سرِ پروانہ

بزمِ دنیا کی تو دلسوزی سنی ہوگی میرؔ
کس طرح شام ہوئی یاں سحر پروانہ

ہم سے کچھ آگے زمانے میں ہوا کیا کیا کچھ
تو بھی ہم غافلوں نے آکے کیا، کیا کیا کچھ

دل جگر جان یہ بھسمنت ہوئے سینے میں
گھر کو آتش دی محبت نے، جلا کیا کیا کچھ

کیا کہوں تجھ سے کہ کیا دیکھا ہے تجھ میں میں نے
عشوہ و غمزہ و انداز و ادا کیا کیا کچھ

دل گیا، ہوش گیا، صبر گیا، جی بھی گیا
شغل میں غم کے ترے ہم سے گیا کیا کیا کچھ

آہ مت پوچھ ستم گار کہ تجھ سے تھی ہمیں
چشمِ لطف و کرم و مہر و وفا کیا کیا کچھ

حسرت وصل و غم ہجر و خیال رخ دوست
مرگیا میں، پہ مرے جی میں رہا کیا کیا کچھ

درد دل، زخم جگر، کلفت غم، داغ فراق
آہ عالم سے مرے ساتھ چلا کیا کیا کچھ

چشم نم ناک و دل پُر، جگر صد پارہ
دولت عشق سے ہم پاس بھی تھا کیا کیا کچھ

تجھ کو کیا بننے بگڑنے سے زمانے کے کہ یاں
خاک کن کن کی ہوئی صرفِ بنا کیا کیا کچھ

ایک محروم چلے میرؔ ہمیں دنیا سے
ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ

Marfat.com

رات مجلس میں تری ہم بھی کھڑے تھے چپکے | جیسے تصویر لگا دے کوئی دیوار کے ساتھ
وے دن اب سالتے ہیں راتوں کو، برسوں گذرے | جن دنوں دیر رہا کرتے تھے ہم یار کے ساتھ
ذکر گل کیا ہے صبا اب، کہ خزاں میں ہم نے | دل کو ناچار لگایا ہے خس و خار کے ساتھ
کس کو ہر دم ہے لہو رونے کا ہجراں میں دماغ | دل کو اک ربط سا ہے دیدۂ خونبار کے ساتھ

دل کو تسکین نہیں اشک دمادم سے بھی | اس زمانے میں گئی ہے برکت غم سے بھی
کاش اے جان الم ناک نکل جاوے تو | اب تو دیکھا نہیں جاتا یہ ستم ہم سے بھی
آہ ہر غیر سے تا چند کہوں دل کی بات | عشق کا راز تو کہتے نہیں محرم سے بھی
ہمّت اپنی ہی تھی یہ میرؔ کہ جوں مرغ خیال | اک پرافشانی میں گذرے سر عالم سے بھی

چھوٹتا کب ہے اسیر خوش زباں | جیتے جی اپنی رہائی ہو چکی
بیچ میں ہم ہی نہ ہوں تو لطف کیا | رحم کر اب بے وفائی ہو چکی

دل کس قدر شگفتہ ہوا تھا کہ رات میرؔ | آئی جو بات [illegible]

یہ چشم آئینہ دار رو تھی کسو کی | نظر اس طرف بھی کبھو تھی کسو کی
سحر پائے گل بے خودی ہم کو آئی | کہ اس سست پیماں کی بو تھی کسو کی

Marfat.com

یہ سرگشتہ جب تک رہا اس چمن میں — برنگِ صبا جستجو تھی کسو کی

دم مرگ دشوار دی جان ان نے
مگر میرؔ کو آرزو تھی کسو کی

اس کے ایفائے عہد تک نہ جیے — عمر نے ہم سے بے وفائی کی
اسی تقریب اس گلی میں رہے — منتیں ہیں شکستہ پائی کی
کاسۂ چشم لے کے جوں نرگس — ہم نے دیدار کی گدائی کی

زور و زر کچھ نہ تھا تو بارے میرؔ
کس بھروسے پر آشنائی کی

عالمِ جاں سے تو نہیں آیا — ایک آفت جہان پر آئی
طاقتِ دل نہ برنگ نکہت گل — پھیر اپنے مکان پر آئی

ہو جہاں میرؔ اور غم اس کا
جس سے عالم کی جان پر آئی

دن رات مری چھاتی جلتی ہے محبت میں — کیا اور نہ تھی جاگہ یہ آگ جو یاں دابی
تھے ماہ وشاں کل جو ان کوٹھوں پہ جلوے میں — ہے خاک سے آج ان کی ہر صحن میں مہتابی

Marfat.com

ہمیں آمد میرؔ کل بھا گئی
طرح اس میں مجنوں کی سب پا گئی

جگر منہ تک آتے نہیں بولتے
غرض ہم بھی کرتے ہیں کیا کیا گئی

کوئی رہنے والی ہے جانِ عزیز
گئی گر نہ امروز، فردا گئی

تکلیف نالہ مت کر اے درد دل کہ ہوں گے
رنجیدہ راہ چلتے، آزردہ ہم نشیں بھی

کس کس کا داغ دیکھیں یارب غم بتاں میں
رخصت طلب ہے جاں بھی، ایمان اور دیں بھی

زیر فلک جہاں تک آسودہ ہم ہوئے
ایسا نظر نہ آیا اک قطعہ زمیں بھی

تجھے کیونکے ڈھونڈوں کہ سوتے ہی گذری
تری راہ میں اپنے پا سے طلب کی

عجب کچھ ہے گر میرؔ آوے میسر
گلابی شراب اور غزل اپنے ڈھب کی

کس پاس جا کے بیٹھوں خرابے میں اب میں ہائے
مجنوں کو موت کیسی شتابی سے آ گئی

سودا جو اس کے سر سے گیا زلف یار کا
تو تو بڑی ہی میرؔ کے سر سے بلا گئی

Marfat.com

اٹھائی ننگ سمجھ تم نے بات کے کہتے ‏ ‏ ‏ ‏ وفا و مہر جو تھی رسم ایک مدّت کی

کیا جلی جاتی ہے خوبی ہی میں اپنی اے شمع ‏ ‏ ‏ ‏ کہہ پتنگے کے بھی کچھ شام و سحر کرنے کی

خرابی کچھ نہ پوچھو ملکت دل کی عمارت کی ‏ ‏ ‏ ‏ غموں نے آج کل سنیو وہ آبادی ہی غارت کی

نگاہ مست سے جب چشم نے اس کی اشارت کی ‏ ‏ ‏ ‏ حلاوت مے کی اور بنیاد میخانے کی غارت کی

ترے کوچے کے شوق طوف میں جیسے بگولا تھا

بیاباں میں غبارِ میرؔ کی ہم نے زیارت کی

آتی ہے شمع شب کو آگے ترے یہ کہہ کر ‏ ‏ ‏ ‏ منھ سے گئی جو لوئی تو کیا کرے گا کوئی

بے طاقتی سے آگے کچھ پوچھتا بھی تھا سو ‏ ‏ ‏ ‏ رونے نے ہر گھڑی کے وہ بات ہی ڈبوئی

اس مہ کے جلوے سے کچھ تا میرؔ یاد دیوے

اب کے گھروں میں ہم نے سب چاندنی ہے بوئی

چمن کا نام سنا تھا ولے نہ دیکھا ہائے ‏ ‏ ‏ ‏ جہاں میں ہم نے قفس ہی میں زندگانی کی

کیسی کیسی صحبتیں آنکھوں کے آگے سے گئیں ‏ ‏ ‏ ‏ دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہوگیا یک بارگی

Marfat.com

روے گل پر روز و شب کس شوق سے رہتا ہے باز   رخنۂ دیوار ہے یا دیدۂ نظارگی

واشُد کچھ آگے آہ سے ہوتی تھی دل کے تئیں   اقلیم عاشقی کی ہوا اب بگڑ گئی
باہم سلوک تھا تو اٹھاتے تھے نرم گرم   کاہے کو میرؔ کوئی دبے جب بگڑ گئی

کچھ موج ہوا پیچاں اے میرؔ نظر آئی   شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی
دلّی کے نہ تھے کوچے اوراق مصوّر تھے   جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی
گل بار کرے ہے گا اسباب سفر شاید   غنچے کی طرح بلبل دلگیر نظر آئی

ہو گئی شہر شہر رسوائی   اے مری موت تو بھلی آئی
یک بیاباں برنگ صوت جرس   مجھ پہ ہے بیکسی و تنہائی
میرؔ جب سے گیا ہے دل تب سے
میں تو کچھ ہو گیا ہوں سودائی

مجھ سا بیتاب ہووے جب کوئی   بے قراری کو جانے تب کوئی
ہاں خدا مغفرت کرے اس کو   صبر مرحوم تھا عجب کوئی
بعد میرے ہی ہو گیا سنسان   سونے پایا تھا ورنہ کب کوئی

Marfat.com

اور محزوں بھی ہم سُنے تھے ولے ق میرؔ سا ہو سکے ہے کب کوئی
کہ تلفظ طرب کا سن کے کہے
شخص ہوگا کہیں طرب کوئی

بیگانہ سا لگے ہے چمن اب خزاں میں ہائے ایسی گئی بہار، مگر آشنا نہ تھی
آگے بھی تیرے عشق سے کھینچے تھے درد و رنج لیکن ہماری جان پر ایسی بلا نہ تھی
اس وقت سے کیا ہے مجھے تو چراغِ وقف مخلوق جب جہاں میں نسیم و صبا نہ تھی
پژمردہ اس قدر ہیں کہ ہے شبہ ہم کو میرؔ
تن میں ہمارے جان کبھو تھی بھی یا نہ تھی

وے ہی چالاکیاں ہاتھوں کی ہیں جو اوّل تھیں
اب گریباں میں مرے رہ گئے ہیں تار کئی
اضطراب و قلق و ضعف میں کس طور جیوں
جان واحد ہے مری اور ہیں آزار کئی

میری پرسش پہ تری طبع اگر آوے گی صورتِ حال تجھے آپھی نظر آوے گی
کتنے پیغام چمن کو ہیں سو دل میں ہیں گرہ کسو دن ہم تئیں بھی بادِ سحر آوے گی

Marfat.com

کیا کروں شرح خستہ جانی کی
میں نے مر مر کے زندگانی کی
حال بدگفتنی نہیں میرا
تم نے پوچھا تو مہربانی کی
جس سے کھوئی تھی نیند میرؔ نے کل
ابتدا پھر وہی کہانی کی

ہے یہ بازارِ جنوں منڈی ہے دیوانوں کی
یاں دکانیں ہیں کئی چاک گریبانوں کی
دل و دیں کیسے کہ اس رہزنِ دلہا سے اب
یہ پڑی ہے کہ خدا خیر کرے جانوں کی
کتنے دل سوختہ ہم جمع ہیں اے غیرتِ شمع
کر قدم رنجہ کہ مجلس ہے یہ پروانوں کی

لگے در بدر میرؔ چلاتے پھرنے
گدا تو ہوئے پر صدا کیا نکالی

رہی نگفتہ مرے دل میں داستاں میری
نہ اس دیار میں سمجھا کوئی زباں میری
برنگ صوت جرس تجھ سے دور ہوں تنہا
خبر نہیں ہے تجھے آہ کارواں میری
اسی سے دور رہا اصل مدعا جو تھا
گئی یہ عمر عزیز آہ رائگاں میری
ترے فراق میں جیسے خیال مفلس کا
گئی ہے فکر پریشاں کہاں کہاں میری
رہا میں درپئے دیوارِ باغ مدت لیک
گئی گلوں کے نہ کانوں تلک فغاں میری

Marfat.com

اب کے بھی سیر باغ کی جی میں ہوس رہی — اپنی جگہ بہار میں کنج قفس رہی
میں پاشکستہ جا نہ سکا قافلے تلک — آتی اگرچہ دیر صدائے جرس رہی

آج کل بے قرار ہیں ہم بھی — بیٹھ جا چلنے ہار ہیں ہم بھی
آن میں کچھ ہیں آن میں کچھ ہیں — تحفۂ روزگار ہیں ہم بھی
منع گریہ نہ کر تو اے ناصح — اس میں بے اختیار ہیں ہم بھی
گرز خود رفتہ ہیں ترے نزدیک — اپنی تو یادگار ہیں ہم بھی

غفلت میں گئی آہ مری ساری جوانی — اے عمر گذشتہ میں تری قدر نہ جانی
بھاتی ہے مجھے اک طلب بوسہ میں یہ آن — لکنت سے الجھ جا کے اُسے بات نہ آنی

کل بارے ہم سے اس سے ملاقات ہوگئی — دو دو بچن کے ہونے میں اک بات ہوگئی
خورشید سا پیالۂ مے بے طلب دیا — پیر مغاں سے رات کرامات ہوگئی
اپنے تو ہونٹھ بھی نہ ہلے اس کے روبرو — رنجش کی وجہ میر وہ کیا بات ہوگئی

کوئی ہو محرم شوخی ترا تو میں پوچھوں — کہ بزم عیش جہاں کیا سمجھ کے برہم کی

Marfat.com

صد حرف زیر خاک تہ دل چلے گئے
مہلت نہ دی اجل نے ہمیں ایک بات کی

ہم تو ہی اس زمانے میں حیرت سے چپ نہیں
اب بات جا چکی ہے سبھی کائنات کی

عرصہ ہے تنگ چال نکلتی نہیں ہے اور
جو چال پڑتی ہے سو وہ بازی کی مات کی

رکھنا نہ تھا قدم یاں جوں بادِ بے تامّل
سیر اس جہاں کی رہرو پر تو نے سرسری کی

پائے گل اس چمن میں چھوڑا گیا نہ ہم سے
سر پر ہمارے اب کے منت ہے بے پری کی

پیشہ تو ایک ہی تھا اس کا ہمارا لیکن
مجنوں کے طالعوں نے شہرت میں یاوری کی

یہ دور تو موافق ہوتا نہیں مگر اب
رکھیے بنائے تازہ اس چرخِ چنبری کی

دیکھ تو دل کہ جاں سے اٹھتا ہے
یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے

گور کس دل جلے کی ہے یہ فلک
شعلہ اک صبح یاں سے اٹھتا ہے

خانۂ دل سے زینہار نہ جا
کوئی ایسے مکاں سے اٹھتا ہے

سُدھ لے گھر کی بھی شعلۂ آواز
دود اک آشیاں سے اٹھتا ہے

بیٹھنے کون دے ہے پھر اس کو
جو ترے آستاں سے اٹھتا ہے

یوں اٹھے آہ اُس گلی سے ہم
جیسے کوئی جہاں سے اٹھتا ہے

عشق اک میرؔ بھاری پتھر ہے
کب یہ تجھ ناتواں سے اٹھتا ہے

Marfat.com

فرصت میں یک نفس کی کیا درد دل سنوگے
آئے تو تم ولیکن وقت اخیر آئے

دلّی میں اب کی آکر اُن یاروں کو نہ دیکھا
کچھ وے گئے شتابی کچھ ہم بھی دیر آئے

بن جی دیے نہیں ہے امکاں یاں سے جانا
بسمل گہ جہاں میں اب ہم تو میرؔ آئے

کب سے نظر لگی تھی دروازۂ حرم سے
پردہ اٹھا تو لڑیاں نظریں ہماری ہم سے

کڑھیے نہ روئیے تو اوقات کیوں کہ گذرے
رہتا ہے مشغلہ سا بارے غم و الم سے

بات احتیاط سے کر، ضائع نہ کر نفس کو
بالیدگیِ دل ہے مانندِ شیشہ دم سے

کیا کیا تعب اٹھائے کیا کیا عذاب دیکھے
تب دل ہوا ہے اتنا خوگر ترے ستم سے

ہستی میں ہم نے آکر آسودگی نہ دیکھی
کھلتیں نہ کاش آنکھیں خوابِ خوشِ عدم سے

پامال کرکے ہم کو پچھتاؤ گے بہت تم
کمیاب ہیں جہاں میں سر دینے والے ہم سے

گئے جی سے، چھوٹے بتوں کی جفا سے
یہی بات ہم چاہتے تھے خدا سے

وہ اپنی ہی خوبی پہ رہتا ہے نازاں
مرو یا جیو کوئی اُس کی بلا سے

نہ شکوہ شکایت، نہ حرف و حکایت
کہو میرؔ جی آج کیوں ہو خفا سے

بلا کا شکر کر اے دل کہ اب معلوم ہوتی ہے
حقیقت عافیت کی اس گلی کے رہنے والوں سے

نہیں خالی اثر سے تصفیہ دل کا محبّت میں
کہ آئینے کو ربط خاص ہے صاحب جمالوں سے

Marfat.com

اندوہِ وصل و ہجر نے عالم کھپا دیا — ان دو ہی منزلوں میں بہت یار تھک گئے

ہو چکا روزِ جزا، اب اے شہیدانِ وفا — چونکتے ہیں خوانِ خفتہ کب تمہارے دیکھیے

راہِ دورِ عشق میں اب تو رکھا ہم نے قدم — رفتہ رفتہ پیش کیا آتا ہے بارے دیکھیے

رہ گئے سوتے کے سوتے کارواں جاتا رہا

ہم تو میرؔ اس رہ کے خوابیدہ ہیں بارے دیکھیے

کس طور ہمیں کوئی فریبندہ لُبھا لے — آخر ہیں تری آنکھوں کے ہم دیکھنے والے

عشق اُن کو ہے جو یار کو اپنے دمِ رفتن — کرتے نہیں غیرت سے خدا کے بھی حوالے

احوال بہت تنگ ہے اے کاشِ محبت — اب دستِ تلطف کو مرے سر سے اُٹھا لے

کہتے ہیں حجابِ رخِ دلدار ہے ہستی — دیکھیں گے اگر یوں ہے، بھلا جان ہی جا لے

برنگِ بوئے گل اس باغ کے ہم آشنا ہوتے — کہ ہمراہِ صبا ٹک سیر کرتے پھر ہوا ہوتے

سراپا آرزو ہونے نے بندہ کر دیا ہم کو — وگرنہ ہم خدا تھے گر دلِ بے مدعا ہوتے

فلک اے کاش ہم کو خاک ہی رکھتا کہ اس میں ہم — غبارِ راہ ہوتے یا کسو کی خاکِ پا ہوتے

الٰہی کیسے ہوتے ہیں جنہیں ہے بندگی خواہش — ہمیں تو شرم دامن گیر ہوتی ہے خدا ہوتے

اب ایسے ہیں کہ صانع کے مزاج اوپر بہم پہنچے — جو خاطر خواہ اپنے ہم ہوئے ہوتے تو کیا ہوتے

Marfat.com

کہیں جو کچھ ملامت گر، بجا ہے میر، کیا جانیں
انھیں معلوم تب ہوتا کہ ویسے سے جدا ہوتے

چمن ، یار تیرا ہوا خواہ ہے — گُل اک دل ہے جس میں تری چاہ ہے
سراپا میں اس کے نظر کر کے تم — جہاں دیکھو اللہ اللہ ہے
تری آہ کس سے خبر پائیے — وہی بے خبر ہے جو آگاہ ہے
مرے لب پہ رکھ کان ، آواز سن — کہ اب تک بھی یک ناتواں آہ ہے
یہ وہ کارواں گاہِ دلکش ہے میر
کہ پھر یاں سے حسرت ہی ہمراہ ہے

ڈھب ہیں تیرے سے باغ میں گل کے — بو گئی کچھ دماغ میں گل کے
دل تسلّی نہیں سب ورنہ — جلوے سب ہیں گے داغ میں گل کے
اس حدیقے کے عیش پر مت جا — مے نہیں ہے ایاغ میں گل کے
سیر کر میر اس چمن کی شتاب
ہے خزاں بھی سراغ میں دل کے

قابلِ آغوشِ ستم دیدگاں — اشک سا پاکیزہ گہر چاہیے

Marfat.com

حال یہ پہنچا ہے کہ اب ضعف سے　　اٹھتے پلک ایک پہر چاہیے
کم ہیں شناسائے زرِ داغ دل　　اس کے پرکھنے کو نظر چاہیے
شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں　　عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے
خوف قیامت کا یہی ہے کہ میرؔ
ہم کو جیا بار دگر چاہیے

ہستی اپنی حباب کی سی ہے　　یہ نمائش سراب کی سی ہے
نازکی اس کے لب کی کیا کہیے　　پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے
بار بار اس کے در پہ جاتا ہوں　　حالت اب اضطراب کی سی ہے
میں جو بولا، کہا کہ یہ آواز　　اسی خانہ خراب کی سی ہے
میرؔ ان نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

شمع صفت جب کبھو مر جائیں گے　　ساتھ لیے داغ جگر جائیں گے
خالی نہ چھوڑیں گے ہم اپنی جگہ　　گر یہیں رونے سے بھر جائیں گے

اب جو اک حسرتِ جوانی ہے　　عمرِ رفتہ کی یہ نشانی ہے

Marfat.com

رشکِ یوسف ہے آہ وقتِ عزیز | عمر اک بارِ کاروانی ہے
گریہ ہر وقت کا نہیں بے ہیچ | دل میں کوئی غم نہانی ہے
ہم قفس زاد قیدی ہیں ورنہ | تا چمن ایک پر فشانی ہے
خاک تھی موج زن جہاں میں، اور | ہم کو دھوکا یہ تھا کہ پانی ہے

قیامت ہیں یہ چسپاں جامے والے | گلوں نے جن کی خاطر خرقے ڈالے
نہیں اُٹھتا دل محزوں کا ماتم | خدا ہی اس مصیبت سے بچالے
نہ مہکے بوئے گل اے کاش یک چند | ابھی زخم جگر سارے ہیں آلے

سرمایۂ صد آفت دیدار کی خواہش ہے | دل کی تو سمجھ لیجیے گر چشم کہا مانے
مسدود ہی اے قاصد بہتر ہے رہِ نامہ | کیا کیا نہ لکھیں ہم تو، گر یار لکھا مانے
ٹک حال شکستہ کی سننے ہی میں سب کچھ ہے | پر وہ تو سخن رس ہے، اس بات کو کیا مانے

بے طاقتیِ دل نے سائل بھی کیا ہم کو
پر میرؔ فقیروں کی یاں کون صدا مانے

دل کے معمورے کی مت کر فکر، فرصت چاہیے | ایسے ویرانے کے اب بسنے کو مدت چاہیے
عشق و میخواری نبھے ہے کوئی درویشی کے بیچ | اس طرح کے خرج لاحاصل کو دولت چاہیے

Marfat.com

عاقبت فرہاد مرکر کام اپنا کر گیا
آدمی ہووے کسی پیشے میں، جرأت چاہیے

عشق میں وصل وجدائی سے نہیں کچھ گفتگو
قرب وبُعد اس جا برابر ہے، محبت چاہیے

تنگ مت ہو ابتدائے عاشقی میں اس قدر
خیریت ہے میر صاحبؔ دل سلامت چاہیے

بے یار شہر دل کا ویران ہو رہا ہے
دکھلائی دے جہاں تک، میدان ہو رہا ہے

اس منزلِ جہاں کے باشندے رفتنی ہیں
ہر اک کے ہاں سفر کا سامان ہو رہا ہے

اچھا لگا ہے شاید آنکھوں میں یار اپنی
آئینہ دیکھ کر کچھ حیران ہو رہا ہے

گُل دیکھ کر چمن میں تجھ کو کھلا ہی جا ہے
یعنی ہزار جی سے قربان ہو رہا ہے

قرباں گہ محبت وہ جا ہے جس میں ہر سو
دشوار جان دینا آسان ہو رہا ہے

آزردہ خاطروں سے کیا فائدہ سخن کا
تم حرف سر کروگے ہم گریہ سر کریں گے

عذر گناہ خوباں بدتر گنہ سے ہوگا
کرتے ہوئے تلافی بے لطف تر کریں گے

اپنی خبر بھی ہم کو اب دیر پہنچتی ہے
کیا جانے یار اس کو [illegible] ب تک [illegible]

گردل کی تاب وطاقت یہ ہے تو ہم نشیں ہم
ش [illegible] ہوں [illegible] یں گے

یہ ظلم بے نہایت دیکھو تو خوبرویاں
[illegible] ہیں جو ستم ہے ہم تجھ ہی پر کریں گے

معنانِ طرفہ ہیں ہم [illegible] عالم میں پہنچتے
جو میر جی [illegible] تو سب [illegible] کریں گے

Marfat.com

تجھ سے دو چار ہو گا جو کوئی راہ جاتے — پھر عمر چاہیے گی اس کو بحال آتے
شب کو تہ اور قصہ اُن کا دراز ورنہ — احوال میرؔ صاحب ہم تجھ کو سب سناتے

بہت دور کوئی رہا ہے مگر — کہ فریاد میں ہے جرس شور سے

جو ہو میرؔ بھی اس گلی میں صبا
بہت پوچھیو تو مری اُور سے

یاں سرکشاں جو صاحبِ تاج و لوا ہوئے — پامال ہو گئے تو نہ جانا کہ کیا ہوئے
دیکھی نہ ایک چشمکِ گل بھی چمن میں آہ — ہم آخرِ بہار قفس سے رہا ہوئے
پچھتاؤ گے بہت جو گئے ہم جہان سے — آدم کی قدر ہوتی ہے ظاہر جدا ہوئے
تجھ بن دماغِ صحبتِ اہلِ چمن نہ تھا — گل وا ہوئے ہزار ولے ہم نہ وا ہوئے

سر دے کے ہم نے میرؔ فراغت کی عشق میں
ذمے ہمارے بوجھ تھا بارے ادا ہوئے

رنج کھینچے تھے داغ کھائے تھے — دل نے صدمے بڑے اٹھائے تھے
پاسِ ناموسِ عشق تھا ورنہ — کتنے آنسو پلک تک آئے تھے
اب جہاں آفتاب میں ہم ہیں — یاں کبھو سرو و گل کے سائے تھے

Marfat.com

کچھ نہ سمجھے کہ تجھ سے یاروں نے کس توقع پہ دل لگائے تھے

میر صاحب رلا گئے سب کو

کل وے تشریف یاں بھی لائے تھے

ہمیں غش آگیا تھا وہ بدن دیکھ بڑی کلول کل ہے جان پر سے

کہاں ہیں آدمی عالم میں پیدا خدائی صدقے کی انسان پر سے

تفنگ اس کی چلی آواز پر لیک گئی ہے میر گولی کان پر سے

خوب ہے اے ابر اک شب آؤ باہم روئیے پر نہ اتنا بھی کہ ڈوبے شہر کم کم روئیے

وقت خوش دیکھا نہ اک دم سے زیادہ دہر میں خندۂ [illegible] شبنم روئیے

شادی و غم میں جہاں کی ایک سے دس کا ہے فرق عید کے دن ہنسیے تو دس دن محرم روئیے

دیکھا مانند [illegible] عالم کو [illegible] [illegible]

ہو جدا فردوس سے [illegible] گلی سے یار کی تا [illegible]

اب تئیں یوں کرے مقدار اٹھے جب کہسات [illegible]

عشق میں اقرب ہے [illegible]

ایک قامت [illegible]

Marfat.com

کیا چھپیں شہر محبّت میں ترے خانہ خراب ۔ گھر کے گھر ان کے ہیں اس لبستی میں ویران ہوئے
سبزہ ولالہ وگل ابرو ہوا ہے، مے دے ساقی ہم توبہ کے کرنے سے پشیمان ہوئے
اپنے جی ہی نے نہ چاہا کہ پئیں آب حیات
یوں تو ہم میرؔ اسی چشمے پہ بے جان ہوئے

یارب کوئی ہو عشق کا بیمار نہ ہووے مر جائے ولے اس کو یہ آزار نہ ہووے
زنداں میں پھنسے، طوق پڑے، قید میں مر جائے پر دام محبّت میں گرفتار نہ ہووے
پژمردہ بہت ہے گل گلزار ہمارا شرمندۂ یک گوشۂ دستار نہ ہووے
صحرائے محبّت ہے قدم دیکھ کے رکھ میرؔ
یہ سیرِ سر کوچہ و بازار نہ ہووے

ہم آپ سے جاتے رہے ہیں ذوق خبر میں اے جانِ بلب آمدہ، رہ، تا خبر آوے
کہتے ہیں ترے کوچے سے میرؔ آنے کہے ہے
جب جانیے وہ خانہ خراب اپنے گھر آوے

جب نام ترا لیجیے تب چشم بھر آوے اس زندگی کرنے کو کہاں سے جگر آوے
دیواروں سے سر مارتے پھرنے کا گیا وقت اب تو ہی مگر آپ کبھو در سے در آوے

Marfat.com

صناع ہیں سب خوار، ازاں جملہ ہوں میں بھی
ہے عیب بڑا اس میں جسے کچھ ہُنر آوے

دی آگ دل کو محبت نے جب سے پھرتا ہوں
میں جس طرح کسو کا خاناں جل جاوے

ہزار حیف کہ دل خار و خس سے باندھے کوئی
خزاں میں برق گرے آشیان جل جاوے

حرم کو جائیے یا دَیر میں بسر کریے
تری تلاش میں اک دل کدھر کدھر کریے

کٹے ہے دیکھیے یوں عمر کب تلک اپنی
کہ سنیے نام ترا اور چشم تر کریے

ہوا ہے دن تو جدائی کا سو تعب سے شام
شب فراق کس امید پر سحر کریے

مشہور چمن میں تری گل پیرہنی ہے
قربان ترے ہر عضو پہ نازک بدنی ہے

ہوں گرم سفر، شام غریباں سے خوشی ہوں
اے صبح وطن تو تو مجھے بے وطنی ہے

اب کر کے فراموش تو ناشاد کرو گے
پر ہم جو نہ ہوں گے تو بہت یاد کرو گے

اس دشت میں اے راہ رواں ہر قدم اوپر
مانند جرس نالہ [illegible]

جس دل دونوں جہاں جس کی بہا تھی اس کا
یک نکا مول ہوا تم نہ خریدار ہوئے

عشق وہ ہے کہ جو تھے خلوتی منزل قدس
وے بھی رسواے سر کوچہ و بازار ہوئے

Marfat.com

وعدۂ حشر تو موہوم نہ سمجھے ہم آہ　　کس توقع پہ ترے طالبِ دیدار ہوئے

ابھی اک عمر رونا ہے نہ کھوؤ اشک آنکھو تم　　کرو کچھ سوجھتا اپنا تو بہتر ہے کہ دنیا ہے

ہوا مذکور نام اس کا کہ آنسو بہہ چلے منھ پر　　ہمارے کام سارے دیدۂ تر ہی ڈبوتا ہے
نہ کی نشو و نما کامل، نہ کام اپنا کیا حاصل　　فلک کوئی بھی دل سے تخم گہہ بے وقت بوتا ہے
نہ رکھو کان نظمِ شاعرانِ حال پر اتنے
چلو ٹک میرؔ کو سننے کہ موتی سے پروتا ہے

باغ کو تجھ بن اپنی بھائیں آتش دی ہے بہاراں نے
ہر غنچہ اخگر ہے ہم کو ہر گل اک انگارا ہے
بال کھلے وہ شب کو شاید بسترِ ناز پہ سوتا تھا
آئی نسیمِ صبح جو ایدھر پھیلا عنبر سارا ہے
کس دن دامن کھینچ کے ان نے یار سے اپنا کام لیا
مدت گذری دیکھتے ہم کو، میرؔ بھی اک ناکارہ ہے

Marfat.com

درویش ہیں ہم آخر دو اک نگہ کی رخصت
گوشے میں بیٹھے پیارے تم کو دعا کریں گے

لائی تری گلی تک آوارگی ہماری
ذلّت کی اپنی اب ہم عزّت کیا کریں گے

احوال میرؔ کیوں کر آخر ہو ایک شب میں
اک عمر ہم یہ قصّہ تم سے کہا کریں گے

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میرؔ ہوئے — اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے
ایسی ہستی عدم میں داخل ہے — ق — نے جواں ہم نہ طفل شیر ہوئے
ایک دم تھی نمود بود اپنی — یا سفیدی کی یا اخیر ہوئے
یعنی مانند صبح دنیا میں — ہم جو پیدا ہوئے سو پیر ہوئے

تو بہ تیری اے حسرت مری آنکھوں پہ کیا کر ہے
جو ہیں ہر اک روش دیکھیں کرتے ہے

کبھیں آشفتگاں سے تیرے منعقد ہووے ہے مجلس
جو زلفیں اس کی درہم ہیں پریشاں حال ہم ہے

Marfat.com

راہ سب کو ہے خدا سے، جان اگر پہنچا ہے تو — ہوں طریقے مختلف کتنے ہی منزل ایک ہے

جب تک کڑی اٹھائی گئی ہم کڑے رہے — ایک ایک سخت بات پہ برسوں اڑے رہے
اب کیا کریں نہ صبر ہے دل کو نہ جی میں تاب — کل اس گلی میں آٹھ پہر غش پڑے رہے

مرتا ہے کیوں تو ناحق یاری برادری پر — دنیا کے سارے ناتے ہیں جیتے جی تلک کے

قرارِ دل کا یہ کاہے کو ڈھنگ تھا آگے — ہمارے چہرے کے اوپر بھی رنگ تھا آگے
اٹھائیں تیرے لیے بدزبانیاں ان کی — جنھوں کی ہم کو خوشامد سے ننگ تھا آگے

ہم نے بھی سیر کی تھی چمن کی پر اے نسیم — اُٹھتے ہی آشیاں سے گرفتار ہوگئے
وہ تو گلے لگا ہوا سوتا تھا خواب میں — بخت اپنے سو گئے کہ جو بیدار ہوگئے

کیسے ہیں وے کہ جیتے ہیں صد سال، ہم تو میرؔ
اس چار دن کی زیست میں بیزار ہوگئے

اب کے بگڑے گی اگر ان سے تو اس شہر سے جا — کسی ویرانے میں تکیہ ہی بنا بیٹھیں گے
جانا اظہارِ محبت پہ ہوسناکوں کی — وقت کے وقت یہ سب منہ کو چھپا بیٹھیں گے

Marfat.com

نالہ تا آسمان جاتا ہے — شور سے، جیسے بان جاتا ہے

دل عجب جائے ہے ولیکن مفت — ہاتھ سے یہ مکان جاتا ہے

عشق کے داغ کا عبث ہے علاج — اب کوئی یہ نشان جاتا ہے

میرؔ گو عمر طبعی کو پہنچا

عشق میں جوں جوان جاتا ہے

مرہی جاویں گے بہت ہجر میں ناشاد رہے — بھول تو ہم کو گئے ہو یہ تمھیں یاد رہے

ہم سے دیوانے رہیں شہر میں سبحان اللہ — دشت میں قیس رہے کوہ میں فرہاد رہے

میرؔ اب بہار آئی صحرا میں چل جنوں کر

کوئی بھی فصلِ گل میں نادان گھر رہے ہے

اے حبِّ جاہ والو جو آج تاجور ہے — کل اس کو دیکھیو تم نے تاج ہے نہ سر ہے

اے ہم صفیرِ بے گل کس کو دماغ نالہ — مدت ہوئی ہماری منقار زیر پر ہے

شمع اخیر شب ہوں سُن سرگذشت میری — پھر صبح ہوتے تک تو قصہ ہی مختصر ہے

اب رحم پر اسی کے موقوف ہے کہ یاں تو — نے اشک میں سرایت نے آہ میں اثر ہے

Marfat.com

ڈھونڈھا نہ پایئے جو اس وقت میں سو زر ہے
پھر چاہ جس کی مطلق ہے ہی نہیں، ہنر ہے
ہر دم قدم کو اپنے رکھ احتیاط سے یاں
یہ کارگاہ ساری دکانِ شیشہ گر ہے
اہل زمانہ رہتے اک طور پر نہیں ہیں
ہر آن مرتبے سے اپنے انھیں سفر ہے

شب شمع پر پتنگ کے آنے کو عشق ہے
اس دل جلے کے تاب کے لانے کو عشق ہے
اٹھیو سمجھ کے جا سے کہ مانند گرد باد
آوارگی سے تیری زمانے کو عشق ہے
اک دم میں تو نے پھونک دیا دو جہاں کے تئیں
اے عشق تیرے آگ لگانے کو عشق ہے

سودا ہو، تب ہو، میرؔ کو تو کر لیے کچھ علاج
اس تیرے دیکھنے کے دِوانے کو عشق ہے

پہنچے ہر اک نہ درد کو میرے
وہ ہی جانے جو ایسا حال رکھے
بحث ہے ناقصوں سے کاش فلک
مجھ کو اس زمرے سے نکال رکھے

سمجھے اندازِ شعر کو میرے
میرؔ کا سا اگر کمال رکھے

یاں جو وہ نونہال آتا ہے
جی میں کیا کیا خیال آتا ہے
اس کے چلنے کی آن کا بے حال
مدّتوں میں بحال آتا ہے

Marfat.com

پر تو گذرا قفس ہی میں دیکھیں　　اب کی کیسا یہ سال آتا ہے
شیخ کی تو نماز پر مت جا　　بوجھ سر کا سا ڈال آتا ہے
آرسی کے بھی گھر میں شرم سے میرؔ
کم ہی وہ بے مثال آتا ہے

پیری میں کیا جوانی کے موسم کو رویئے　　اب صبح ہونے آئی ہے اک دم تو سویئے
رخسار اس کے ہائے رے جب دیکھتے ہیں ہم　　آتا ہے جی میں آنکھوں کو ان میں گڑو دیجے
اب جان جسم خاک سے تنگ آگئی بہت　　کب تک اس ایک ٹوکری مٹی کو ڈھویئے
آلودہ اس گلی کی جو ہوں خاک سے تو میرؔ
آب حیات سے بھی نہ وے پانو دھویئے

پیار کرنے کا جو خوباں ہم پہ رکھتے ہیں گناہ　　ان سے بھی تو پوچھئے تم اتنے کیوں پیارے ہوئے
لیتے کروٹ ہل گئے جو کان کے موتی ترے　　شرم سے سر در گریباں گوہر غلطاں ہوئے

کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے　　زمیں سخت ہے آسماں دور ہے
تمنا ہے دل کے لیے جان دیں　　سلیقہ ہمارا تو مشہور ہے
دل اپنا نہایت ہے نازک مزاج　　گرا گر یہ شیشہ تو پھر چور ہے

Marfat.com

کہیں جو تسلّی ہوا ہو یہ دل وہی بے قراری بدستور ہے
بہت سعی کریے تو مر رہیے میرؔ
بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

اب میرؔ جی تو اچھے زندیق ہی بن بیٹھے پیشانی پہ دے قشقہ زنّار پہن بیٹھے
آزردہ دلِ الفت ہم چپکے ہی بہتر ہیں سب رو اٹھے گی مجلس جو کر کے سخن بیٹھے

کہاں تک نازبرداری کروں شامِ غریباں کی کہیں گرد سفر سے جلد بھی صبح وطن نکلے
جنوں ان شورشوں پر ہاتھ کی چالاکیاں ایسی میں ضامن ہوں اگر ثابت بدن سے پیرہن نکلے
حرم میں میرؔ جتنا بت پرستی پر ہے، تو مائل
خدا ہی ہو تو اتنا بت کدے میں برہمن نکلے

گفتگو ریختے میں ہم سے نہ کر یہ ہماری زبان ہے پیارے
شکلیں کیا کیا کیاں ہیں جن نے خاک یہ وہی آسمان ہے پیارے
میرؔ عمدًا بھی کوئی مرتا ہے
جان ہے تو جہان ہے پیارے

Marfat.com

بڑھتی نہیں پلک سے تا ہم تلک بھی پہنچیں پھرتی ہیں وے نگاہیں پلکوں کے سائے سائے
پر کی بہار میں جو محبوب جلوہ گر تھے سو گردش فلک نے سب خاک میں ملائے
یک حرف کی بھی مہلت ہم کو نہ دی اجل نے تھا جی میں آہ کیا کیا پر کچھ نہ کہنے پائے
مدت ہوئی تھی بیٹھے جوش و خروش دل کو ٹھوکر نے اس نگہ کی آشوب پھر اُٹھائے

ٹک تمھارے ہونٹھ کے ملنے سے یاں ہوتا ہے کام اتنی اتنی بات جو ہووے تو مانا کیجیے

مہوشاں پوچھیں نہ ٹک ہجراں میں گر مر جائیے اب کہو اس شہر ناپرساں میں کیدھر جائیے
مضطرب اس آستاں سے اٹھ کے کچھ پایا نہ رو منھ رہا ہے کیا جو پھر اب اس کے در پر جائیے

شوق تھا جو یار کے کوچے ہمیں لایا تھا میرؔ
پانوں میں طاقت کہاں اتنی کہ اب گھر جائیے

غالب کہ یہ دل خستہ شب ہجر میں مر جائے یہ رات نہیں وہ جو کہانی میں گذر [illegible]
یاقوت کوئی ان کو کہے ہے کوئی گل برگ ٹک ہونٹھ ہلاؤ تو بھی [illegible]

اس ورطے سے تختہ جو کوئی پہنچے کنارے
تو میؔر وطن میرے بھی شاید یہ خبر جائے

Marfat.com

میں نے اُس قطعۂ صنّاع سے سر کھینچا ہے — کہ ہر اک کوچے میں جس کے تھے ہنر ور کتنے
کشورِ عشق کو آباد نہ دیکھا ہم نے — ہر گلی کوچے میں اوجڑ پڑے تھے گھر کتنے
تو ہے بیچارہ گدا، میرؔ ترا کیا مذکور
مل گئے خاک میں یاں صاحبِ افسر کتنے

طاقت نہیں ہے دل میں نے جی بجا رہا ہے — کیا ناز کر رہے ہو، اب ہم میں کیا رہا ہے
جیب اور آستیں سے رونے کا کام گذرا — سارا نچوڑ اب تو دامن پر آ رہا ہے
کاہے کا پاس اب تو رسوائی دور پہنچی — رازِ محبّت اپنا کس سے چھپا رہا ہے
بندے تو طرح دار و، ہیں طرح کش تمہارے — پھر چاہتے ہو کیا تم، اب اک خدا رہا ہے
اتنا خزاں کرے ہے کب زرد رنگ پریاں — تو بھی کسو نگہ سے اے گل جدا رہا ہے
رہتے ہیں داغ اکثر نان و نمک کی خاطر — جینے کا اس سمیں میں اب کیا مزا رہا ہے

نہ پوچھو کہ احوال ناگفتہ بہ ہے — مصیبت کے مارے ہوئے دل کا اپنے
ہوا دفترِ قیس آخر ابھی یاں — سخن ہے جنوں کے اوائل کا اپنے
بنائیں رکھیں میں نے عالم میں کیا کیا — ہوں بندہ خیالاتِ باطل کا اپنے

کر بے خبر اک نگہ سے ساقی — لیکن کسو کو خبر نہ ہووے

Marfat.com

خستے ترے موے عنبریں کے
کیوں کر جییں صبر کر نہ رووے
رکھ دیکھ کے راہ عشق میں پا
یاں میر کسو کا سر نہ ہووے

کھول کر آنکھ اڑا دید جہاں کا غافل
خواب ہو جائے گا پھر جاگنا سوتے سوتے
جم گیا خوں کفِ قاتل پہ ترا میر زبس
ان نے رو رو دیا کل ہاتھ کو دھوتے دھوتے

بارے نسیم ضعف سے کل ہم اسیر بھی
[illegible]
کو موسمِ شباب کہاں گل کہے دماغ
بلبل [illegible]
کیا اڑا تھا جیب پل کے کے شوق میں نسیم
مستانہ [illegible]

جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار مر گئے
[illegible]
صد کارواں وفا ہے کوئی پوچھتا نہیں
[illegible]
مجنوں نہ دشت میں ہے نہ فرہاد کوہ میں
[illegible]
گھبرا نہ میر عشق میں اس سہل زیست پر
[illegible]

رہ جاتا ہے جوں اندر ہی اندر آنسو گرتے
[illegible]

Marfat.com

ترا آنا ہی اب مرکوز ہے ہم کو دمِ آخر / یہ جی صدقے کیا تھا پھر نہ آوے تن میں یا آوے
یہ رسم آمد و رفتِ دیارِ عشق تازہ ہے / ہنسی وہ جائے میری اور رونا یوں چلا آوے
ہمارے دل میں آنے سے تکلّف غم کو بیجا ہے / یہ دولت خانہ ہے اس کا وہ جب چاہے چلا آوے
برنگِ بوے غنچہ عمر اک ہی رنگ میں گذرے
میسّر میرؔ صاحب گر دلِ بے مدّعا آوے

موئے ہی جاتے ہیں ہم دردِ عشق سے یارو / کسو کے پاس اس آزار کی دوا بھی ہے
اداسیاں تھیں مری خانقہ میں قابلِ سیر / صنم کدے میں تو ٹک آکے جی لگا بھی ہے
یہ کہیے کیونکہ کہ خوباں سے کچھ نہیں مطلب / لگے جو پھرتے ہیں ہم کچھ تو مدعا بھی ہے
کہاں تلک شب و روز آہ دردِ دل کہیے / ہر ایک بات کو آخر کچھ انتہا بھی ہے
ہوس تو دل میں ہمارے جگہ کرے لیکن / کہیں ہجوم سے اندوہِ غم کے جا بھی ہے
غمِ فراق ہے دنبالہ گردِ عیشِ وصال / فقط مزا ہی نہیں عشق میں بلا بھی ہے
گذار شہرِ وفا میں سمجھ کے کر مجنوں
کہ اس دیار میں میرِؔ شکستہ پا بھی ہے

فریادِ اسیرانِ محبّت نہیں بے ہیچ / یہ نالے کسو دل میں بھی تاثیر کریں گے
دیوانگی کی شورشیں دکھلائیں گے بلبل / آتی ہے بہار اب ہمیں زنجیر کریں گے

Marfat.com

بازیچہ نہیں میؔر کے احوال کا لکھنا
اس قصّے کو ہم کرتے ہی تحریر کریں گے

باغِ نظر ہے چشم کے منظر کا سب جہاں ٹک ٹھہر و یاں تو جانو کہ کیسا دکھاؤ ہے
اب سب کے روزگار کی صورت بگڑ گئی لاکھوں میں ایک دو کا کہیں کچھ بناؤ ہے
چھاتی کے میرے ساری نمودار ہیں یہ زخم پردہ رہا ہے کون سا، اب کیا چھپاؤ ہے
عاشق کہیں جو ہوگے تو جانو گے قدرِ میرؔ
اب تو کسی کے چاہنے کا تم کو چاؤ ہے

تسلّی ان نے نہ کی ایک دو سخن سے کبھو جو کوئی بات کہی بھی تو آدھی لکنت سے
یہ جہل دیکھ کہ اَن سمجھے میں، اٹھا لایا گراں وہ بار جو تھا بیش اپنی طاقت سے

مری خلق محو کلام سب، مجھے چھوڑتے ہیں خموش کب
مرا حرف رشکِ کتاب ہے، مری بات [illegible]
چلو مے کدے میں بسر کریں کہ رہی ہے کچھ برکت وہیں
لبِ ناں تو واں کا کباب ہے دمِ آب واں کا شراب ہے

Marfat.com

نہیں کھلتیں آنکھیں تمھاری ٹک کہ مآل پر بھی نظر کرو
یہ جو وہم کی سی نمود ہے، اسے خوب دیکھو تو خواب ہے

گئے وقت آتے ہیں ہاتھ کب، ہوئے ہیں گنوا کے خراب سب
تجھے کرنا ہووے سو کر تو اب کہ یہ عمر برقِ شتاب ہے

تو جہاں کے بحرِ عمیق میں، سرِ پُر ہوا نہ بلند کر
کہ یہ پنج روزہ جو بُود ہے کسو موج پر کا حباب ہے

رکھو آرزو مئے خام کی کرو گفتگو خطِ جام کی
کہ سیاہ کاروں سے حشر میں نہ حساب ہے نہ کتاب ہے

مرا شور سن کے جو لوگوں نے کیا پوچھنا تو کہے ہے کیا
جسے میرؔ کہتے ہیں صاحبو، یہ وہی تو خانہ خراب ہے

آہ یہ رسمِ وفا ہووے برافتاد کہیں
اس ستم پر بھی مرا دل اُسی کا ممنوں ہے

اس دشت میں اے سیل سنبھل ہی کے قدم رکھ
ہر سمت کو یاں دفن مری تشنہ لبی ہے

دو سونپ دود دل کو، میرا کوئی نشاں ہے
ہوں میں چراغِ کشتہ، بادِ سحر کہاں ہے

بھڑکے ہے آتشِ گل، اے ابرِ تر ترحم
گوشے میں گلستاں کے میرا بھی آشیاں ہے

Marfat.com

کس دور میں اٹھایا مجھ سینہ سوختہ کو
پیوند ہوز میں کا جیسا یہ آسماں ہے

مژگاں بھی پھر گئیں تری بیمار چشم دیکھ
دکھ درد میں سوائے خدا یار کون ہے

نالے جو آج سنتے ہیں سو ہیں جگر خراش
کیا جانیے قفس میں گرفتار کون ہے

آیا نہ آشیانۂ بلبل میں کام بھی
مجھ سا تو خار باغ میں بیکار کون ہے

بازار دہر میں ہے عبث میرؔ عرضِ مہر
یاں ایسی جنس کا تو خریدار کون ہے

مجھ سوز بعد مرگ سے آگاہ کون ہے
شمع مزار میرؔ بجز آہ کون ہے

بے کس ہوں مضطرب ہوں مسافر ہوں بے وطن
دوری راہ بن مرے ہمراہ کون ہے

لبریز جس کے حسن سے مسجد ہے اور دیر
ایسا بتوں کے بیچ وہ اللہ کون ہے

رکھیو قدم سنبھل کے کہ تو جانتا نہیں
مانند نقش پا یہ سر راہ کون ہے

ایسا اسیر خستہ جگر میں سنا نہیں
ہر آہ میرؔ جس کی ہے جانکاہ کون ہے

دیکھا کروں تجھی کو منظور ہے تو یہ ہے
آنکھیں نہ کھولوں تجھ بن مقدور ہے تو یہ ہے

نزدیک تجھ سے سب ہے کیا قتل کیا جلانا
ہم غمزدوں سے ملنا اک دور ہے تو یہ ہے

Marfat.com

کیا جانوں کیا کسل ہے واقع میں میرؔ کے تئیں
دو چار روز سے جو مشہور ہے تو یہ ہے

بے طاقتی نے دل کی آخر کو مار رکھا
آفت ہمارے جی کی آئی ہمارے گھر سے

انجامِ دلِ غم کش کوئی عشق میں کیا جانے
کیا جانیے کیا ہوگا آخر کو خدا جانے
میں خطِّ جبیں اپنا یارو کسے دکھلاؤں
قسمت کے لکھے کے تئیں یاں کون مٹا جانے
بے طاقتیِ دل نے ہم کو نہ کیا رسوا
ہے عشق سزا اس کی جو کوئی چھپا جانے
لے جائیے میرؔ اس کے دروازے کی مٹی بھی
اس دردِ محبّت کی جو کوئی دوا جانے

مند گئی آنکھ، ہے اندھیرا پاک
روشنی ہے سویاں مرے دم سے
مفت یوں ہاتھ سے نہ کھو ہم کو
کہیں پیدا بھی ہوتے ہیں ہم سے
کوئی بیگانہ گر نہیں موجود
منھ چھپانا یہ کیا ہے پھر ہم سے
درپئے خونِ میرؔ ہی نہ رہو
ہو بھی جاتا ہے جرم آدم سے

Marfat.com

نالۂ عجز نقصِ الفت ہے — رنج و محنت کمال راحت ہے
تادمِ مرگ غم خوشی کا نہیں — دلِ آزردہ گر سلامت ہے
رونا آتا ہے دمبدم شاید — کسو حسرت کی دل سے رخصت ہے
فتنے رہتے ہیں اس کے سائے میں — قد و قامت ترا قیامت ہے
نہ تجھے رحم نے اُسے ٹک صبر — دل پہ میرے عجب مصیبت ہے
کیا ہے پھر کوئی دم کو کیا جانو — دم غنیمت میاں جو فرصت ہے
تربتِ میرؔ پر ہیں اہلِ سخن ق — ہر طرف حرف ہے حکایت ہے
تو بھی تقریب فاتحہ سے چل
بخدا واجب الزیارت ہے

ہم قدِ خمیدہ سے آغوش ہوئے سارے — پر فائدہ، تجھ سے تو آغوش وہ خالی ہے
دو گام کے چلنے میں پامال ہوا عالم — کچھ ساری خدائی سے وہ چال نرالی ہے

باغ و بہار ہے وہ، میں کشت زعفراں ہوں — جو لطف اک ادھر ہے تو یاں [illegible]
ہر چند ضبط کریے، چھپتا ہے عشق کوئی — گذرے ہے دل پہ جو کچھ چہرے ہی سے عیاں ہے
اس فن میں کوئی بے تہ کیا ہو مرا معارض — اوّل تو میں سند ہوں، پھر یہ مری زباں ہے
عالم میں آب و گل کا ٹھہراؤ کس طرح ہو — گر خاک ہے اڑے ہے ور آب ہے رواں ہے

Marfat.com

از خویش رفتہ اُس بن رہتا ہے میرؔ اکثر
کرتے ہو بات کس کی وہ آپ میں کہاں ہے

اُس دل جلے کی تاب کے لانے کو عشق ہے — فانوس کی سی شمع جو پردے میں جل سکے
ہے جاے حیف بزمِ جہاں، مل لے لے تپاک — اپنے اوپر جو کوئی گھڑی ہاتھ مل سکے
کس کو ہے آرزوے افاقت فراق میں — ایسا تو ہو کہ کوئی گھڑی جی سنبھل سکے

ہم گرم رَو ہیں راہِ فنا کے شرر صفت — ایسے نہ جائیں گے کہ کوئی کھوج پا سکے
میرا جو بس چلے تو منادی کیا کروں — تا اب سے دل نہ کوئی کسو سے لگا سکے
کیا دل فریب جائے ہے آفاق ہم نشیں — دو دن کو یاں جو آئے سو برسوں نہ جا سکے
مشعر ہے اس پہ مردنِ دشوارِ رفتگاں — یعنی جہاں سے دل کو نہ آساں اٹھا سکے

کیا غم میں ویسے خاک فتادہ سے ہو سکے — دامن پکڑ کے یار کا جو ٹک نہ رو سکے
برسوں ہی منتظر سرِ رہ پر ہمیں ہوئے — اس قسم کا تو صبر کسو سے نہ ہو سکے

یہ راہ و رسم دل شدگاں گفتنی نہیں — جانے دے میرؔ صاحب و قبلہ جدھر گئے
روزِ وداع اس کی گلی تک تھے ہم بھی ساتھ — جب درد مند ہم کو وے معلوم کر گئے

Marfat.com

گر یک نگاہِ یاس کی ٹپ دے کے سو رو دیا   پھر ہم ادھر کو آئے میاں وے اُدھر گئے

شب خواب کا لباس ہے عریاں تنی میں یہ   جب سوئیے تو چادرِ مہتاب تانیے

نظر مطلق نہیں ہجراں میں اس کو حال پر میرے   مرا دل اُس کے غم میں گویا اس کا دل ہے کیا جانے

طرف ہونا مرا مشکل ہے میرؔ اس شعر کے فن میں
یوہیں سودا کبھو ہوتا ہے سو جاہل ہے کیا جانے

کب تلک جی رُکے خفا ہووے   آہ کریے کہ ٹک ہوا ہووے
جی ٹھہر جائے یا ہوا ہووے   دیکھیے ہوتے ہوتے کیا ہووے
چُپ کا باعث ہے بے تمنائی   کہیے کچھ گر تو مدعا ہووے
بے کلی مارے ڈالتی ہے نسیم   دیکھیے اب کے سال کیا ہووے
مر گئے ہم تو مر گئے تو جی   دل گرفتہ تری بلا ہووے
عشق کیا ہے درست اے ناصح   جانے وہ جس کا دل لگا ہووے
پھر نہ شیطاں سجود آدم سے   شاید اس پردے میں خدا ہووے

نہ سنا رات ہم نے اک نالہ
غالباً میرؔ مر رہا ہووے

Marfat.com

کچھ تو کہہ، وصل کی پھر رات چلی جاتی ہے — دن گذر جائیں ہیں پر بات چلی جاتی ہے

رہ گئے گاہ تبسم پہ گہے بات ہی پر — بارے اے ہم نشیں اوقات چلی جاتی ہے

ٹک تو وقفہ بھی کرا ے گردشِ دوراں کہ یہ جان — عمر کے حیف ہے کیا سات چلی جاتی ہے

یاں تو آتی نہیں شطرنج زمانے کی چال — اور واں بازی ہوئی مات چلی جاتی ہے

روز آنے پہ نہیں نسبتِ عشقی موقوف — عمر بھر ایک ملاقات چلی جاتی ہے

ایک ہم ہی سے تفاوت ہے سلوکوں میں میرؔ
یوں تو اوروں سے مدارات چلی جاتی ہے

منصف جو تو ہے کب تئیں یہ دکھ اُٹھائیے — کیا کیجے میری جان اگر مر نہ جائیے

تم نے جو اپنے دل سے بھلایا ہمیں تو کیا — اپنے تئیں تو دل سے ہمارے بھلائیے

فکرِ معاش، یعنی غمِ زیست تابکے — مر جائیے کہیں کہ ٹک آرام پائیے

جاتے ہیں کیسی کیسی لیے دل میں حسرتیں — ٹک دیکھنے کو جاں بلبوں کے بھی آئیے

پہنچا تو ہوگا سمعِ مبارک میں حالِ میرؔ
اس پر بھی جی میں آوے تو دل کو لگائیے

نہیں وسواس جی گنوانے کے — ہائے رے ذوق دل لگانے کے

میرے تغییرِ حال پر مت جا — اتفاقات ہیں زمانے کے

Marfat.com

دمِ آخر ہی کیا نہ آنا تھا — اور بھی وقت تھے بہانے کے
اب گریباں کہاں کہ اے ناصح — چڑھ گیا ہاتھ اس دوانے کے
چشمِ نجم سپہر جھپکے ہے — صدقے اس انکھڑیاں لڑانے کے
دل و دیں ہوش و صبر سب ہی گئے — آگے آگے تمھارے آنے کے
کب تو سوتا تھا گھر مرے آکر — جاگے طالع غریب خانے کے

کم فرصتیِ گل جو کہیں کوئی نہ مانے — ایسے گئے ایامِ بہاراں کہ نہ جانے
ہمراہ جوانی گئے ہنگامے اُٹھانے — اب ہم بھی نہیں وے رہے نے وے ہیں زمانے
مرتے ہی سنے ہم نے کسل مند محبت — اس درد میں کس کس کو کیا نفع دوا نے
ٹک آنکھ بھی کھولی نہ زخود رفتہ نے اس کے — ہر چند کیا شور قیامت نے سرہانے
ان ہی چمنوں میں کہ جنھوں میں نہیں اب چیاؤ — کن کن روشوں ہم کو پھرایا ہے ہوا نے

تن ہجر میں اس یار کے رنجور ہوا ہے — بے طاقتی دل کو بھی مقدور ہوا ہے
پہنچا نہیں کیا سمعِ مبارک میں مرا حال — یہ قصہ تو اس شہر میں مشہ[illegible]
بے خوابی تری آنکھوں پہ دیکھوں ہوں مگر رات — افسانہ مرے حال [illegible] ہوا ہے
خورشید کی محشر میں تپش ہو گی کہاں تک — کیا ساتھ مرے داغوں کے منشور ہوا ہے
اے رشکِ سحر بزم میں لے منھ پہ نقاب اب — اک شمع کا چہرہ ہے سو بے نور ہوا ہے

Marfat.com

چل قلم غم کی رقم کوئی حکایت کیجیے   ہر سرِ حرف پہ فریاد نہایت کیجیے
مت چلا عشق کی رہ کی کہ کہے ہے یاں خضر   آپ ہی گمراہ ہیں ہم کس کو ہدایت کیجیے

آہ ان خوش قامتوں کو کیونکہ بر میں لائیے   جن کے ہاتھوں سے قیامت پر بھی عرصہ تنگ ہے
فکر کو نازک خیالوں کے کہاں پہنچے ہیں یار   ورنہ ہر مصرع یہاں معشوق شوخ و شنگ ہے
سرسری کچھ سن لیا پھر واہ وا کر اُٹھ گئے   ق   شعر یہ کم فہم سمجھے ہیں خیالِ بنگ ہے

صبر بھی کر لیے بلا پر میرؔ صاحب جی کبھو
جب نہ تب رونا ہی کڑھنا یہ بھی کوئی ڈھنگ ہے

زیرِ فلک بھلا تو رووے ہے آپ کو میرؔ   کس کس طرح کا عالم یاں خاک ہو گیا ہے

فقیرانہ آئے صدا کر چلے   کہ میاں، خوش رہو، ہم دعا کر چلے
جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم   سو اس عہد کو اب وفا کر چلے
وہ کیا چیز تھی آہ جس کے لیے   ہر اک چیز سے دل اٹھا کر چلے
کوئی ناامیدانہ کرتے نگاہ   سو تم ہم سے منھ بھی چھپا کر چلے
دکھائی دیے یوں کہ بیخود کیا   ہمیں آپ سے بھی جدا کر چلے
پرستش کی یاں تک کہ اے بُت تجھے   نظر میں سبھوں کی خدا کر چلے

Marfat.com

جی میں تھا عرش پہ جا باندھیے تکیہ لیکن — بستر خاک ہی میں اب تو بچھایا ہم نے

بعد یک عمر کہیں تم کو جو تنہا پایا — ڈرتے ڈرتے ہی کچھ احوال سنایا ہم نے

یاں فقط ریختہ ہی کہنے نہ آئے تھے ہم — چار دن یہ بھی تماشا سا دکھایا ہم نے

یہ ستم تازہ ہوا اور کہ پائیز میں میرؔ
دل خس و خار سے ناچار لگایا ہم نے

جی ڈوبتا ہے اس گہر تر کی یاد میں — پایان کار عشق میں ہم [illegible]

سی چاکِ دل کہ چشم سے ناصح لہو تھے — ہوتا ہے کیا ہمارے گریباں [illegible]

کرو توکّل کہ عاشقی میں نہ یوں کروگے تو کیا کروگے
الم جو یہ ہے تو دردمندو کہاں تک تم دوا کرو [illegible]
جگر میں طاقت کہاں ہے اتنی کہ دردِ ہجراں سے مرتے رہیے
ہزار وعدے وصال کے تھے کوئی بھی جیتے وفا کرو [illegible]
اخیر الفت یہی نہیں ہے کہ جل کے آخر ہوئے پتنگے
ہوا جو یاں کی یہ ہے تو یارو خدا [illegible]
بلا ہے ایسا طپیدن دل کہ صبر اس پر ہے سخت مشکل
دماغ اتنا کہاں رہے گا کہ دست بردل رہا [illegible]

Marfat.com

نہ دیکھا غمِ دوستاں شکر ہے ہمیں داغ اپنا دکھا کر چلے
گئی عمر در بندِ فکرِ غزل سو اس فن کو اتنا بڑا کر چلے
کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میرؔ
جہاں میں تم آئے تھے، کیا کر چلے

عالم مری تقلید سے خواہش تری کرنے لگا میں تو پشیماں ہو چکا، لوگوں کو اب ارمان ہے
اس بیدمی میں بھی کبھو دل بھر اٹھے ہے دم ترا آٹک شتابی بے وفا، اب تک تو مجھ میں جان ہے

دشمنی جانی ہے اب تو ہم سے، غیروں کے لیے اک سماں سا ہو گیا وہ بھی کہ ہم یاروں میں تھے

جس جگہ دورِ جام ہوتا ہے واں یہ عاجز مدام ہوتا ہے

ہم خامشوں کا ذکر تھا شب اس کی بزم میں نکلا نہ حرف خیر کسو کی زبان سے
اب چھیڑ یہ رکھی ہے کہ عاشق ہے تو کہیں القصّہ خوش گذرتی ہے اُس بدگمان سے

چاک پر چاک ہوا، جوں جوں سلایا ہم نے اس گریباں ہی سے اب ہاتھ اٹھایا ہم نے
حسرتِ لطفِ عزیزانِ چمن جی میں رہی سر پہ دیکھا نہ گل و سرو کا سایہ ہم نے

Marfat.com

عدم میں ہم کو یہ غم رہے گا کہ اوروں پر اب ستم رہے گا
تمھیں تو لت ہے ستانے ہی کی کسو پہ آخر جفا کرو گے

اگرچہ اب تو خفا ہو لیکن موئے گئے پر کبھو ہمارے
جو یاد ہم کو کرو گے پیارے تو ہاتھ اپنے ملا کرو گے

غمِ محبّت سے میرؔ صاحب بتنگ ہوں میں، فقیر ہو تم
جو وقت ہوگا کبھو مساعد تو میرے حق میں دعا کرو گے

ہے خاک جیسے ریگ رواں سب نہ آب ہے
دریائے موج خیز جہاں کا سراب ہے

اس شہرِ دل کو تو بھی جو دیکھے تو اب کہے
کیا جانیے کہ بستی یہ کب کی خراب ہے

سُن کان کھول کر کہ تنک جلد آنکھ کھول
غافل یہ زندگانی فسانہ ہے خواب ہے

کیا کیا بیٹھے بگڑ بگڑ تم پر ہم تم سے بنائے گئے
چپکے باتیں اٹھائے گئے سر گاڑے [illegible]

صبح وہ آفت اُٹھ بیٹھا تھا تم نے نہ دیکھا صد افسوس
کیا کیا فتنے سر جوڑے [illegible]

اِدھر سے ابر اُٹھ کر جو گیا ہے
ہماری خاک پر بھی رو گیا ہے

مصائب اور تھے پر دل کا جانا
عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

سرہانے میرؔ کے کوئی نہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

Marfat.com

عمر بھر ہم رہے شرابی سے
دلِ پُر خوں کی اک گلابی سے

دل ڈہا جائے ہے سحر سے آہ
رات گذرے گی کس خرابی سے

کھلنا کم کم کلی نے سیکھا ہے
اس کی آنکھوں کی نیم خوابی سے

برقع اٹھتے ہی چاند سا نکلا
داغ ہوں اس کی بے حجابی سے

کام تھے عشق میں بہت پر میر
ہم ہی فارغ ہوئے شتابی سے

Marfat.com

کتابیات

1 کلیاتِ میر
۱۔ نسخہ فورٹ ولیم کالج کلکتہ [illegible]
۲۔ نسخہ مرتبہ عبدالباری آسی
نولکشور پریس۔ لکھنؤ [illegible]

2 میر کی آپ بیتی
اردو ترجمہ : نثار احمد فاروقی [illegible]
مکتبہ برہان، دہلی

3 دلّی کالج اردو میگزین
میر نمبر
مرتبہ : نثار احمد فاروقی
دہلی کالج، دہلی ٦

4 تلاشِ میر
نثار احمد فاروقی
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی

5 نقوش (لاہور)
میر نمبر حصہ اوّل و دوم
مرتبہ : محمد طفیل
ادارہ فروغ اردو لاہور

6 انتقادِ میر
ڈاکٹر [illegible]

Marfat.com

بچّوں کا ادب

اچھی چڑیا	محمد شفیع الدین نیّر	3-00
ادب کسے کہتے ہیں	اطہر پرویز	1-85
اردو کی کہانی احتشام حسین کی کتاب کا مصوّر ایڈیشن	سیّد احتشام حسین	6-25
آرٹ کی کہانی	سیما پرویز	3-25
اکبر الہ آبادی	صغرا مہدی	4-50
ان سے ملیے	منوہر ورما / طلعت عثمانی	3-00
انوکھی کہانیاں	محمد قاسم صدیقی	2-25
انوہا اور کالا کوآں	صالحہ عابد حسین	3-15
اوڈیسی	ہومر / اطہر پرویز	7-00
ایک دن کا بادشاہ	اطہر پرویز	5-50
ایک نائی اور رنگ ساز کا قصّہ	اطہر پرویز	5-00
ایلس حیرت نگر میں	عبد الحیٔ	8-00
ایلس آئینہ گھر میں	عبد الحیٔ	8-00

Marfat.com